

یہ مدیث ان ہی دو حقوق کی ادائیگی کا بیان اور دین کے دونوں پہلوؤں پر دلالت کرتی ہے۔ پس دین کے دو پہلوؤں میں سے ایک پر کفایت کرنا تو کافی ہے اور کل کو چھوڑ کر ایک مجتہد پر اکتفا کرنا کمال فرمان برداری سے دُور ہے لہذا مخلوق کے حقوق کی ادائیگی کا بوجھ اٹھانا ضروری ہے۔ اور ان کے ساتھ حق معاشرت اختیار کرنا بھی لازمی ہے لہذا وہی نامناسب ہے اور بے اتفاقی ٹھیک نہیں ہے۔

ہر کہ عاشق شد اگرچہ نازنین عالم است نازکی کے راست آید باری باید کشید ترجمہ: جو شخص عاشق بن گیا اگرچہ سارے جہان کا نازنین ہو عاشق بننے کے بعد اس کا نازنین رہنا درست نہیں۔ بلکہ اُسے بوجھ اٹھانا پڑے گا۔

جبکہ مدت دراز تک آپ میری صحبت میں رہے اور مجھ سے بہت سے مواظف اور نصیحت کی باتیں سن چکے ہیں بات لبا کرنے سے میں نے اعراض کیا اور چند مختصر فقروں پر کفایت کی اللہ سبحانہ ہمیں اور تمہیں شریعت مسطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و انتحیر کے راستے پر ثابت اور قائم رکھے۔

مکتوب منساب

کھٹا برہنہ کی طرف لکھا گیا:

اس بیان میں کہ جو چیز فقراء پر لازم ہے یہ ہے کہ ہمیشہ ذات، محتاجی و غائف عبودیت کی ادائیگی مدود شرعیہ کی محافظت اور روشن سنت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت اور اپنے گناہوں کی کثرت کا مشاہدہ اور علام الغیوب ذات کے انتقام کا خوف پیش نظر رہے اور اس کے مناصب امور کھجیان میں:-
الحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ الطاہرین۔ جو چیز ہم فقراء پر لازم و ضروری ہے یہ ہے کہ اپنے آپ کو ہمیشہ بارگاہِ خداوندی میں غوار رکھیں۔ اس کے محتاج رہیں۔ اس کے حضور میں انکساری، عاجزی اور التجا کرتے رہیں۔ و غائف عبودیت کی ادائیگی، مدود شرعیہ کی محافظت اور روشن سنت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و انتحیر کی متابعت میں فرق نہ آنے دیں۔ اور نیک کام انجام دینے میں نیت درست رکھیں۔ باطن کو غیر حق کے خیالات سے آزاد کریں۔ اپنے ظاہر کو طاعات کے سپرد کر دیں۔ اپنے محبوب کو دیکھتے رہیں۔ اور اپنے گناہوں کے غلبے کا مشاہدہ کرتے رہیں۔ اور اس علام الغیوب رب تعالیٰ کے انتقام کا خوف دل میں بٹھائیں۔ اور اپنی نیکیوں کو اگرچہ زیادہ ہی ہوں کم خیال کریں۔ اور اپنے گناہوں کو اگرچہ وہ کم ہی ہوں زیادہ تصور کریں۔ اور شہرت اور قبولیت خلق سے ڈرتے اور لرزتے رہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی حدیث پاک ہے۔

يَحْكُمُ بِأَمْرِ مَنِ الشَّرَّ أَنْ يَشَارِكَ الْيَهُودَ
بِالْأَصَابِعِ فِي دِينٍ أَوْ دُنْيَا إِلَّا مِنْ
عَصَا اللَّهِ -

انسان کی بدی کے لئے یہ کافی ہے کہ لوگ دین یا
دُنیا کے بارے میں اس کی طرف اپنی انگلیوں سے
اشارے کریں۔ مگر جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

اور اپنے افعال اور اپنی نیتوں کو عیب ناک جاننا اگرچہ وہ صبح کی طرح صاف اور واضح ہوں اور اپنے احوال
اور وہم کی کیفیات کا اگرچہ وہ صبح اور مطابق ہوں کچھ اعتبار نہ کرنا۔ اور صرف دین کی تائید اور بقیت کی تقویت اور
شریعت کی ترویج اور مخلوق کو حق جل جلالہ کی طرف دعوت دینا ان باتوں کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے۔ اور نہ انہیں
مستحسن سمجھا جائے۔ جب تک اپنا عمل درست نہ ہو کیونکہ اس طرح کی تائید کبھی کافر اور فاسق و فاجر سے بھی وجود
میں آسکتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَيْتُومَيَّةٌ هَذَا الدِّينَ بِالرَّجُلِ
بَيْتُكَ اللَّهُ تَعَالَى اس دین کی تائید فاسق و فاجر

الغاجر۔ انسان سے بھی کر لیتا ہے۔

وہ مرید جو طالب بن کر آئے اور سلوک میں مشغول ہونے کا ارادہ ظاہر کرے اُسے بہر اور شیر کی طرح خطرناک
جاننا چاہیے۔ اور ڈرنا چاہیے۔ کہ کہیں اس طرح سے وہ اس کی خرابی نہ چاہتے ہوں۔ اور اُس کے فتنے میں پڑنے کا
باعث نہ بن جائیں۔ اور اگر بالفرض کسی مرید کے آنے سے اپنے میں فرحت اور سرور محسوس کریں تو اُسے کفر و شرک
کی طرح بُرا جانیں اور اس کا تدارک نہامت اور استغفار کے ذریعہ اس حد تک کریں کہ اس سرور کا باطل نشان
نہ رہے۔ بلکہ اس فرحت کی جگہ غم اور خوف چھٹ جائے۔ اور اپنے خلفاء کو اچھی طرح تاکید کریں کہ مرید کے مال میں
طلع اور اس سے دنیوی منافع کی امید پیدا نہ ہو۔ کیونکہ یہ بات مرید کی ہدایت میں رکاوٹ ہے اور پیر کی خرابی کا
باعث ہے۔ کیونکہ اللہ کی طرف سے سب دین خالص کا مطالبہ ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ السَّيِّئُ الْخَالِصُ۔
مُن کو خالص دین اللہ ہی کے لئے ہے۔

شرک کی اُس بارگاہ میں کسی طرح بھی کوئی گنجائش نہیں اور اس بات کو بھی ذہن میں رکھیں کہ ہزار کی اور میل جول
پر طاری ہوتی ہے اس کا ازالہ تو بہ استغفار نہامت اور اتقا سے آسانی میسر آسکتا ہے۔ مگر وہ تاریکی اور میل جو
کیمین دنیا کی محبت کے راستے سے دل پر چڑھے جو زندگی کو تلخ اور دل کو پلید کر دیتی ہے اُس کے ازالے میں سخت

لے بخاری و مسلم بروایت ابو ہریرۃ انس ابن مالک مختصراً

لے سورہ زہر پارہ ۲۳

دشواری اور مشکل پیش آتی ہے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بالکل کچھ فرمایا ہے۔
لے حُبِّ الدُّنْيَا سَوَّاهُ كُلَّ خَطِيئَةٍ یعنی دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اور تمہیں دُنیا اور دُنیا کے چاہنے والوں کی محبت اور ان سے میل جول اور ان کی دوستی سے نجات عطا فرمائے کیونکہ دنیا کی محبت ذہن قائل اور ہلاک کرنے والا مرض اور بلائے عظیم اور عام پھیلنے والی بیماری ہے۔

اخوی ارشدی شیخ حمید اچھے طریقہ سے آپ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں اُن کی نئی اور تازہ باتوں کو غور سے سنیں اور غنیمت جانیں باقی باتیں ملاقات کے وقت ہوں گی۔

مکتوب نمبر ۱۷۲

شیخ بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا:

بعض اُن اسرارِ خاص کے بیان میں جو خاص میں سے بھی بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتے ہیں۔ اور اس بیان میں کہ اس مقام میں عارف اپنے آپ کو دائرہ شریعت سے باہر پاتا ہے۔ اور اس کے سبب کا بیان اور اس کی روشنی شریعت کے ظاہر سے مطابقت اور دیگر اس سے متعلق مسائل کے بیان میں۔

بعد الحمد والصلوة۔ میرے عزیز بھائی کو معلوم ہونا چاہیے کہ شریعت کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت اس کی صورت وہ ہے جس کے بیان کے علماءِ ظاہر کفیل و ضامن ہیں۔ اور اس کی حقیقت وہ ہے جس کے بیان کے ساتھ بندہ گروہ صوفیہ ممتاز ہے صورت شریعت کے عروج کی نہایت سلسلہ ممکنات کی نہایت تک ہے۔ اس کے بعد اگر مرتبہ و جوب میں میر واقع ہو تو وہ حقیقت کے ساتھ ملی ہوئی ہوگی۔ اور آمیزش کا یہ معاملہ شانِ العلم کے عروج تک ہے جو سید البشر علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کا مبداء تعین ہے۔ اس کے بعد اگر ترقی واقع ہو تو صورت حقیقت دونوں الگ ہو جاتی ہیں۔ اور عارف کا معاملہ شانِ الہیات تک جا پہنچتا ہے۔ اس عظیم مرتبہ شان کی عالم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں۔ یہ شیونات حقیقت میں سے ہے کہ انصاف کی گرداس تک نہیں پہنچی۔ تاکہ عالم کے ساتھ اس کا تعلق پیدا ہو۔ اور یہ شانِ مقصود کا دروازہ ہے اور مطلوب کا مقدمہ۔ اس مقام میں عارف اپنے آپ کو دائرہ شریعت سے باہر پاتا ہے۔ لیکن چونکہ محفوظ ہوتا ہے اس لئے وفاقی شریعت سے ایک دقیقہ بھی نہیں چھوڑتا

لے مشکوٰۃ شریف بحوالہ ذریعہ اور یہی شریعت بروایت حسن مرسل ہے۔

وہ جماعت جو اس دولت عظمیٰ سے مشرف ہوتی ہے۔ اس کے اقدار و صفات ہی کم ہے۔ اگر اس کی تعداد بیان کی جائے تو شاید نہایت ہی قلیل لوگ اسے تسلیم اور قبول کریں۔ اور صوفیہ کی ایک کینہ جو علت اس مقام عالی کے سایہ تک پہنچی ہے۔ کیونکہ ہر بلذریعہ مقام کا اس کے نیچے اس کا ایک سایہ ہے۔ سایہ اور جس میں چھپنے والی جماعت کا گمان ہوتا ہے کہ انہوں نے دائرہ شریعت سے قدم باہر رکھ لیا ہے۔ اور پرست سے ترقی کی کسے مغز تک پہنچ گئے ہیں یہ مقام صوفیہ کے قدموں کی غرض کی جگہ ہے۔ ناقصوں کا ایک گروہ اس راستے سے الحاد و زندقہ تک پہنچا ہے۔ اور انہوں نے اپنا سر شریعت کی رستی سے باہر نکالا ہے۔ یہ لوگ خود بھی گمراہ ہو گئے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا ہے۔

اور کاملوں کی ایک جماعت جو درجات و ولایت میں سے ایک درجہ سے مشرف ہوتی ہے۔ اور اس معرفت کو اس بلند مقام کے ظلال و سایوں میں سے کسی فعل کو حاصل کیا ہے۔ اگرچہ اس مقام کے اصل تک نہیں پہنچے لیکن وہ بیکنے سے محفوظ رہے ہیں۔ اور آداب شریعت میں سے کسی ایک ادب اور مستحب امر کو بھی ترک کرنا بائز نہیں رکھا۔ اگرچہ اس معرفت کے راز کو نہیں جانتے۔ اور حقیقت معاملہ کو نہیں سمجھتے۔

اور جب اس فقیر پر اللہ سبحانہ کی عنایت و مہربانی اور اس کے حبیب پاک علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ سے اس معمار کا راز منکشف ہوا ہے۔ اور حقیقت معاملہ جیسی کہ چاہیے ظاہر ہو چکی ہے۔ تو اس سرگزشت کا خوراک حصہ معرض تحریر میں لاتا ہے۔ ممکن ہے میری یہ تحریر ناقصوں کو راہ راست کی طرف لائے۔ اور حقیقت معاملہ کی وضاحت کرے۔

جاننا چاہیے کہ تکلیفات شرعیہ بدن اور دل سے مخصوص ہیں۔ کیونکہ نفس کا تزکیہ انہی پر متفرع ہوتا ہے۔ اور لطائف میں سے جو لطیفہ دائرہ شریعت سے قدم باہر رکھتے ہیں۔ وہ ان کے علاوہ ہیں۔ پس جو لطیفہ احکام شرعیہ کا مکلف ہے ہمیشہ مکلف ہے۔ اور جو لطیفہ مکلف نہیں وہ کبھی بھی مکلف نہیں ہوا۔ اس بات میں انتہائی اور آخری جو بات ہے یہ ہے کہ سلوک سے قبل لطائف آپس میں مخلوط تھے۔ قلب سے جدا نہیں تھے۔ جب سیر سلوک نے ہر ایک کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔ اور ہر ایک کو اپنے مقام اصلی میں پہنچا دیا۔ تو اس وقت معلوم ہوا کہ مکلف کون تھا اور کون مکلف نہیں تھا۔

سوال: اگر یہ کہا جائے کہ اس مقام میں عارف اپنے بدن اور دل کو بھی دائرہ شریعت سے باہر پاتا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ تو اس کا جواب ہم یہ دیں گے۔ کہ یہ یافت تحقیقی نہیں ہے بلکہ تخیلی ہے۔ اور اس تخیل کا منش و راصل لطیف ترین لطیفوں جنہوں نے تکالیف شرعیہ سے قدم باہر رکھے ہوئے ہیں کے رنگ میں رنگین ہوتا ہے۔ اگر یہ سوال کریں کہ صورت شریعت کی تکلیفات قلب اور قالب سے مخصوص ہیں۔ لیکن حقیقت شریعت کی

قلب کے ماسوا میں بھی گنجائش ہے۔ پس مطلق شریعت سے قدم باہر رکھنے کے کیا معنی ہیں۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ حقیقت شریعت بھی رُوح اور تر سے آگے نہیں گزرتی۔ اور طیبہ خفی اور اخفی ایک نہیں پہنچتی اور شریعت سے باہر قدم رکھنے والے فی الحقیقت خفی اور اخفی ہی ہیں۔ واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو حضور سید المرسلین علیہ وعلیہ وسلم وعلی آراء الصلوٰۃ والتسلیمات اتہا واکملہا کی متابعت پر ثابت رکھے۔

مکتوب نمبر ۳۷

میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا:

ایک سوال کے جواب میں جو انہوں نے اٹھایا تھا۔ اور بعض عجیب اسرار کے بیان میں جو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی نفی اور اثبات سے تعلق رکھتے ہیں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد جناب سیادت پناہ کو معلوم ہونا چاہیے۔ آپ نے دریافت کیا تھا۔ کہ جو کچھ دید و دانش میں آتا ہے اس کی کلمہ لا کے نیچے لاکر نفی کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ مثبت مطلوب ذات حق ابدیدہ و دانش سے بلند و بالا ہے۔ تو اس کا لازم آتا ہے کہ مشہور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی نفی کے لائق ہو اور مطلوب مثبت اس کے ماسوا میں پایا جائے۔

لئے برادر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی ہندی شان کے باوجود بشر تھے۔ اور واضح حدوث و امکان سے متصف تھے۔ بشر خالق بشر کو کتنا پاسکتا ہے۔ اور ممکن واجب سے کیا اخذ کر سکتا ہے۔ اور حادث قدیم ذات جلت عظمتہ کا کس طرح احاطہ کر سکتا ہے۔

لَا یَجِبُ طَوْنٌ بِطَمْعٍ عِلْبًا۔ لوگ علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

نص قاطع ہے۔ حضرت شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

نمی بینی کہ شدے جوں پیمبر نیافت او فقر کل تورنج کم بر

تو نہیں دیکھتا کہ حضرت پیغمبر کیا است، نیسے بادشاہ بھی فقر کل نہ پاسکے لہذا اس معاملے میں نہیں رنج کم کرنا چاہیے۔

لئے عزیز مقام تفصیل چاہتا ہے۔ ہوش کے کافوں سے بات سننی چاہیے۔

جاننا چاہیے کہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے دو مقام ہیں۔ نفی اور اثبات۔ پھر نفی اور اثبات۔ ہر ایک کے دو اعتبار ہیں۔ اعتبار اول یہ ہے کہ آئمہ باطلہ کے مستحق عبادت ہونے کی نفی کی جائے۔ اور معبود بحق کی عبادت کے

استحقاق کا اثبات کیا جائے۔ اور دوسرا اعتبار یہ ہے کہ نفعی غیر مقصودی باتوں سے بھی تعلق پذیر ہو۔ اور غیر مطلوبہ تعلقات کی بھی نفعی کی جائے۔ اور جانب اثبات میں مطلوب حقیقی کے سوا کچھ ثابت نہ کیا جائے۔ اور مقصود اصلی کے سوا کسی طرف رخ نہ کیا جائے۔ اور اعتبار اول میں ابتداء میں یہ کمال ہے کہ جو کچھ معلوم مشہود ہو چکا ہے۔ سب لاکے تحت داخل ہوتا ہے۔ اور جانب اثبات میں کلمہ مستثنیٰ اللہ اکے سوا کوئی چیز ملحوظ نہیں ہوتی۔ کچھ عرصہ بعد جب بصیرت تیز ہو جاتی ہے۔ اور راہ مطلوب کی خاک کے ٹرے سے ٹرگیں ہو جاتی ہے تو مستثنیٰ اللہ بھی مستثنیٰ امنہ کی طرح سامنے آ جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ساکب اپنے آپ کو اس مشہود ذات کے ماسوا میں گرفتار پاتا ہے۔ اور مطلوب کو اس کے باہر تلاش کرتا ہے۔ کیونکہ اس کمال کے ابتداء میں جو کچھ لاکے تحت داخل ہو رہا تھا سب کا سب دائرہ ممکنات میں سے تھا۔ جو عبادت کا استحقاق نہیں رکھتا تھا۔ اور اس کلمہ طیب کے تکرار کی برکت سے اس معبود سے جو مستحق ہے مقرب ہو چکا ہے۔ لیکن ضعف بصیرت کے سبب مرتبہ وجوب کو حوشیایں عبارت ہے۔ کلمہ اللہ کے ساتھ ثابت کر کے نہیں دیکھتا تھا۔ اور کلمہ مستثنیٰ اللہ کو زبان سے ادا کرنے کے سوا کچھ نہیں جستہ رکھتا تھا۔ لیکن قوت بصیرت کے بعد مستثنیٰ ابھی مستثنیٰ امنہ کی طرح مشہود اور ظاہر ہو گیا۔ اور جبکہ مرتبہ وجوب تمام اسماء و صفات ذات الہی جل سلطانہ کا جامع ہے۔ اور ساکب کی ہمت کا تعلق بھی احدیت مجرہ ہے۔ کہ اس مقام میں استحقاق عبادت عدم استحقاق عبادت کی طرح راستے میں ہی رہ چکا ہے۔ تو ضرور اپنے مقصود کو اسماء اور صفات کے ماسوا میں تلاش کرتا ہے۔ اور غیر حق کے ساتھ گرفتار ہونے سے پناہ لیتا ہے۔

چو دل باد لبرے آرام گیرد	بوصل دیگرے کے کام گیرد
نہی صد دستہ ریاں پیش بلبل	نواہد خاطرش جز نہ کہت گل
زہر آتش چو در نیلوفر افتد	تماشاے ہمیش کے درخوار افتد
چوں خوابد تشنه جانے شربت آب	نیفتہ سودمندش شکر تاب

ترجمہ اشعار: (۱) جب دل دلیبر کے ساتھ آرام پذیر ہو جائے تو اسے کسی اور کے وصل کے ساتھ کچھ سروکار نہیں رہتا۔

(۲) اگر تم ریاں ایک طرح کا پھول کا سودستہ بھی بلبل کے آگے رکھو تو اس کا دل پھر بھی پھول کی مہک اور خوشبو ہی کو چاہے گا۔

(۳) نیلوفر میں جب سورج سے آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ تو اسے چاند کے تماشے سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔

(۴) جب کوئی تشنه جان ایک بار پانی پیئے گا خواہش مند ہو تو اسے خالص شکر بھی نفع مند نہیں ہوتی۔ یعنی اسے پانی کی ہی طلب ہوتی ہے۔

اور اعتبار ثانی میں کمال جس سے مقصود غیر مقصود باتوں کی نفی ہوتی ہے۔ یہ ہے کہ مرتبہ و محبوب کا شہود بھی مراتب امرکان کے شہود کی طرح لاکے تحت داخل ہو۔ اور جانب اثبات میں سوا کلمہ مستثنیٰ کے زبان سے ادا کرنے کے اور کوئی چیز ملحوظ نہ ہو۔

چہ گوئم باتو از مرغے نشانہ کہ با عنقا بود ہم آشیانہ
ز عنقا ہست نامی پیش مروم ز مرغ من بود آن نام ہم گم
میں تجھے اس پرندے کا کیا نشان بناؤں۔ جو عنقا کے ساتھ ہم آشیانہ ہو۔ عنقا کا نام تو لوگوں کے سامنے ہے۔ میرے پرندے کا تو نام بھی گم ہے۔

حق بات یہ ہے کہ فطرت بلند اور اعلیٰ درجہ کی ہمت ایسے مطلب کی خواہاں ہوتی ہے۔ جس کا کچھ بھی ہاتھ میں نہ آئے۔ بلکہ جس کے دامن اور اک تک گرد بھی نہ پہنچ سکے۔ آخرت میں دیدار الہی حق ہے۔ لیکن میں اس کی کیفیت کا تصور برگز نہیں کر سکتا۔ لوگ رویت اخروی کے وعدہ پر مسرور اور معظوظ ہیں۔ لیکن میری گرفتاری تو صرف غیب الغیب ذات کے ساتھ ہے۔ میری ساری ہمت اسی کی خواہاں ہے۔ کہ ایک بال برابر بھی مطلوب غیب سے شہادت کی طرف رُخ نہیں کرتی۔ اور گوش سے آغوش تک نہیں پہنچتی۔ اور سامان علم سے عین کی طرف نہیں لاتی۔ کیا کیا جائے مجھے پیدا ہی اس طرح کیا گیا ہے۔

ہر کسے را بہر کام سے سختند کہ کسی کو کسی کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

میں اگرچہ اس مقام میں دیوانگی کی بہت سی باتیں رکھتا ہوں لیکن ادب کے باعث لب کشائی نہیں کر سکتا۔

عجز جنونی میں جینیب ذی فتنون۔ میرا جنون ناز و داد والے محبوب کی وجہ سے ہے۔

سمر گزشت و عدیث درد ما آفرمانشد شب با غرشد کنول کوتاہ کنم افسانہ را

سمر ختم ہو گئی مگر ہمارے درد کی داستان ختم نہ ہوئی۔ رات اختتام پذیر ہو گئی لہذا میں اپنے افسانے کو مختصر کرتا ہوں۔

ہر قبیح ہدایت اور معطلی علیہ و علی آراء العلوت والتسلیمات اتہا و اکہا کی متابعت کی پابند کرنے والے پر رحمت و سلامتی کا نزول جاری رہے۔

مکتوب نمبر ۱۷۲

خواجہ اشرف کوئی کی طرف صا در فرمایا :

اس بیان میں کلاس راہ کے دیوانوں کو چاہیے کہ وہ اتنی سی معیت خداوندی پر مطمئن نہ ہو جائیں۔ اور اس قُربِ نابعد سے تسکین حاصل نہ کریں۔ بلکہ بُعدِ نماقرب اور ہجر کی طرح کا وصل تلاش کریں اور اس کے بیان میں کہ جو واقعات انہوں نے کھاتھا وہ جن کا ظہور اور اس کا باطل تصرف تھا۔

میرے بارِ عزیز کا مکتوب موصول ہوا۔ چونکہ وہ فقراء کے ساتھ محبت سے خبر دیتا تھا۔ اور اس سے اس بلند مرتبہ گروہ کے حضور میں التجاء ظاہر ہوتی تھی اس لئے خوشی اور فرحت کا موجب ہوا۔

الْمَرْءُ يَتَّبِعُ مَنْ أَحَبَّ۔ انسان اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہو۔

کرتا ہو۔

کو نقد و وقت جانیں۔ لیکن یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اس راہ کے دیوانے صرف اتنی سی معیت پر ہی مطمئن ہو کر نہیں بیٹھ جاتے۔ اور قُربِ نابعد سے تسکین نہیں پاتے۔ بلکہ وہ اس قُرب کو چاہتے ہیں جو بُعدِ نما ہو۔ اور ایسے وصل کے طالب ہوتے ہیں جو ہجر کی مانند ہو۔ مالِ مٹول اور تاخیر کو نہ کرنے کو جائز نہیں رکھتے۔ اور بے کاری اور دیر لگانے کو برا جانتے ہیں۔ اپنے قیمتی وقت کو بے ہودہ بناوٹوں میں صرف نہ کریں۔ اور سرمایہ عمر کو بے فائدہ طبع ساریوں میں ضائع نہ کریں۔ اعلیٰ چیز کو چھوڑ کر ردی شے کی طرف مائل نہ ہوں۔ اور پسندیدہ شے کو ترک کر کے بری چیز کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ اور چرب و شیریں لغویوں کے عوض اپنے آپ کو فروخت نہ کریں۔ اور باریک و خوشنما کپڑوں کے ساتھ بندگی کی لذت میسر نہیں آتی۔ شرم کرنا چاہیے کہ سخت شاہی کو نجاستوں سے آلودہ کریں۔ اور اس بات کو ننگ و عار جانیں کہ خدا تعالیٰ جل سلطانہ کی ملک میں لات و عزیٰ کو شریک کریں۔ لئے برادر یہاں بارگاہِ خداوندی میں دینِ خالص کی ضرورت ہے۔ اَللّٰهُ السَّيِّدُ الْخَالِصُ دَعْنِ لَوَاشِدَہِی کے لئے خالص دین ہے اس بارگاہ میں شرک کے غبار کی بھی کوئی گنجائش نہیں۔

لَبَنٌ اَشْرَكَتْ لِيَحْبَطَنَّ عَمَلَات۔ اگر تم بھی شرک کرو گے تو تمہارے عمل بھی ضائع ہو جائیں گے۔

جائیں گے۔

ایک گھڑی کے لئے اپنے اندر جھٹک کر دیکھیں اگر دینِ خالص میسر ہے تو تمہیں بشارت ہے۔ ورنہ اس عارضہ کا علاج ہونا چاہیے۔ جو واقعات آپ نے کھاتھا وہ جن کا ظہور اور اس کا باطل تصرف تھا۔ اس قسم کا ظہور اور تصرف ظاہروں پر اکثر ظہور پر وارد ہوتا رہتا ہے۔ غم نہیں کرنا چاہیے۔

اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا

اگر پھر اس قسم کا ظہور ہو تو کلمہ تعجید لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کے تکرار کے ساتھ اس خرابی کو دور کریں۔

ہر تتبع ہدایت اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات القہا واکملہا کی متابعت اور پابندی کرنے والے پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

مکتوب نمبر ۵۷

حافظ محمود کی طرف صادر فرمایا:

احوال کی تہنیت اور تمکین کے حصول اور حدیث لی مع اللہ وقت کے منی کے بیان میں۔

برادر عزیز کا مکتوب شریف موصول ہوا۔ آپ نے اپنی تہنیت احوال کا تصور اساذکر کیا ہے۔ یہ بات آپ کے علم میں ہونی چاہیے کہ سالکوں کے لئے ابتداء و انتہا دونوں اوقات میں تہنیت احوال کے بغیر جاری نہیں۔ اس باب میں انتہائی بات یہ ہے کہ، اگر تلوین دل پر وارد ہو رہی ہے تو وہ سالک ارباب قلوب میں سے ہے۔ اور اس وقت کے نام سے موسوم ہے۔ اور اگر قلب تلوین سے آگے نکل چکا ہے۔ اور احوال کی بندگی سے آزاد ہو چکا ہے۔ اور مقام تمکین میں پہنچ چکا ہے۔ تو اس وقت احوال متلوئے نفس پر وارد ہونگے جو قلب کے مقام پر اس کی جانشینی کے طور پر جیسا ہوتا ہے۔ یہ تلوین تمکین کے حصول کے بعد ہے۔ اور اس تلوین کے لئے کو اگر اب وقت کہیں تو گنجائش ہے۔ اور اگر مفسر فضل خداوندی علیہ السلام سے نفس بھی اس تلوین سے گزر چکا ہے۔ اور مقام تمکین و اطمینان تک پہنچ چکا ہے۔ تو اس وقت تہنیت کا ورود بدن پر ہے جو اربع عناصر سے مرکب ہے۔ یہ تلوین دائمی ہے۔ کیونکہ قالب بدن اس کے لئے تمکین غیر مقصور ہے۔ اگرچہ وہ الطف لطائف کے رنگ سے رنگیں ہو چکا ہو۔ کیونکہ وہ تمکین جو اس رنگت کے راستے سے آتی ہے۔ وہ تابع ہو کر آتی ہے۔ اور احوال متلوئے کا ورود بالاصلانہ ہوتا ہے۔ اور اعتبار اصل کا ہوتا ہے تابع کا نہیں ہوتا۔ اور اس مقام والا اخلاص خواص میں سے ہوتا ہے۔ اور فی الحقیقت اب الوقت بھی وہی ہو سکتا ہے۔

اور سرور کائنات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی حدیث مبارکہ لی مع اللہ وقت جو آپ نے نقل کی ہے۔ ایک جماعت نے اس وقت سے دائمی وقت نرا دلیا ہے۔ اور ایک دوسری جماعت نے غیوائی اور اس کا رجوع اس بیان کی طرف ہے۔ کیونکہ بعض لطائف کی نسبت وقت کا استمرار ہوتا ہے۔ اور بعض کی نسبت غیر استمرار۔ لہذا دونوں میں کوئی تعارض اور مخالفت نہیں۔ مختصر یہ کہ ظاہر کو روشن شریعت کے ساتھ آراستہ رکھتے ہوئے باطنی سبق کے تکرار میں ہمیشہ مصروف رہیں۔

اندرون بحر بے کرانہ چرخ کوک
دست و پائے بزن چرخ دانی بوک
اس بے کنارہ سمندر میں مینڈک کی طرح ہاتھ پاؤں مار۔ سٹ پداپنی منزل مقصود کو پاے۔
میرے برادر عزیز مولانا محمد صدیق آگرہ میں ہیں۔ ان کی ملاقات کو غنیمت جانیں۔

مکتوب نمبر ۱۷۶

علامہ محمد صدیق کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ اوقات کی محافظت اس راہ کی ضروریات میں سے ہے۔ بے کار کاموں میں اوقات
کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

حدیث میں آیا ہے:

مِنْ حَسَنِ إِسْلَامٍ أَلْمَرُوعُ اشْتِغَالُهُ بِمَا
بِغْنِيهِ وَإِعْرَاضُهُ عَمَّا لَا يَغْنِيهِ۔
انسان کے حسن اسلام کی علامت یہ ہے کہ وہ
بامقصد کاموں میں مشغول ہو۔ اور بے مقصد کاموں

سے اعراض کرے۔

لہذا اوقات کی محافظت کے بغیر چارہ نہیں۔ بے فائدہ کاموں میں وقت ہرگز ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ شعر
خوانی اور قصہ گوئی کو دشمن کا حصہ قرار دے کر خاموشی اور باطنی نسبت کی حفاظت میں مشغول رہنا چاہیے۔
اس راستے میں دوستوں کا اجتماع باطن کی جمعیت کے لئے ہوتا ہے۔ دل کو پراگندہ کرنے کے لئے جمع نہیں ہونا
چاہیے۔ اس لئے انہوں نے خلوت پر انجمن کو ترجیح دی ہے۔ اور جمعیت کو اجتماع میں تلاش کیا ہے۔ وہ اجتماع
جو تفرقہ اور پراگندگی کا باعث ہو اس سے اجتناب ضروری ہے۔ باطن کی جمعیت کے ساتھ جو جمع ہو جائے مبارک
ہے۔ اور جو غیر نہ آئے تو وہ بُرا اور نامبارک ہے۔ ایسی زندگی گزارنی چاہیے کہ پاس بیٹھنے والی جماعت کو
صحبت و مجلس سے جمعیت حاصل ہو۔ ایسی مجلس و صحبت نہیں ہونی چاہیے۔ جو تفرقہ اور پراگندگی کا باعث
ہو اس سے اجتناب ضروری ہے۔ باطن سے جمعیت کے ساتھ جو جمع ہو جائے۔ اور گفتگو ترک کر کے سکوت و
خاموشی کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ یہ زندگی آپس میں شعر گوئی کا وقت نہیں اور نہ باہمی بات سمجھتے کا وقت ہے۔

چہ وقت مدرسہ و بحث کشف و کشف است
یہ مدرسہ اور کشف اور تفسیر کشف کی بحثوں کا
وقت نہیں۔

والسلام

مکتوب نمبر ۷۷

جمال الدین حسین بخشی کی طرف صادر فرمایا :

اہل سنت شکرا اللہ تعالیٰ سبب ہم کی صاحب اور درست راؤں کے مطابق عقائد درست کرنے کی
کی ترغیب میں۔

خواجہ جمال الدین حسین کو چاہیے کہ اپنی انکسٹی جوانی کو غنیمت مانیں۔ اور حتی الامکان اسے حق تعالیٰ جل و علا
کی رضا کے کاموں میں صرف کریں۔ یعنی سب سے پہلے آرائے صحیحہ اہل سنت و جماعت شکرا اللہ تعالیٰ سبب ہم کے
تقاضا کے مطابق اپنے عقائد درست کریں و دوسرے نمبر پر احکام شرعیہ فقہیہ کے مطابق عمل کریں اور تیسرے نمبر پر بلند
مرتبہ گروہ صوفیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم کے طریقہ سلوک کو اختیار کریں۔ جن کو اس بات کی توفیق مل گئی۔ اُس نے
عظیم کامیابی حاصل کر لی۔ اور جو اس سے رہ گیا تو وہ بالکل بین اور کھلے ہوئے خسارے میں پڑ گیا۔

خواجہ محمد صالح کے فرزندوں کی خدمتگاری کو سعادتِ عظمیٰ جانیں۔ کیونکہ وہ فی الحقیقت خواجہ صاحب
کی ہی مدد و اعانت ہے۔ کیونکہ خواجہ صاحب صاحبِ اقبال لوگوں میں سے ہے۔ مصلح
و ادیم ترا ز گنج مقصود نشان ہم نے تجھے خزانہ مقصود کا نشان بنا دیا

والسلام

مکتوب نمبر ۷۸

مرزا مظفر کی طرف صادر فرمایا :

ایک شخص کی سفارش اور سید عالمیان اور علامہ آدمیان علیہ علی آلہ الصلوٰات والتسلیمات
کی متابعت کی ترغیب میں۔

اللہ تعالیٰ تمہیں اجر عظیم عطا کرے۔ تمہاری شان بلند کرے۔ تمہارے کام آسان کرے اور تمہارا

سینہ فراخ کرے۔ بھرت سید المرسلین علیہ علی آلمہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔ افلاق نبوی سے موصوف حضرت کو اس کی کیا ضرورت ہے کہ کوئی انہیں احسان اور حسن معاشرت کی تلقین کرے۔ بلکہ نزدیک ہے کہ انہیں ایسی تلقین سودا میں داخل ہو۔ غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ انسان محتاجی اور ضرورت کے وقت ہر چیز اور معمولی شے کو نقصانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور کمزور و لاغر چیز سے تسلی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس بنا پر فقیر محتاجوں کی دستگیری کرنے کے لئے آپ کی درددستی کا باعث بنا ہے۔

مخدوم و مکرم! احسان کرنا ہر جگہ قابل ستائش چیز ہے۔ خاص کر ان پر احسان کرنا تو بہت ہی اچھا ہے جو پڑوس کا قرب رکھتے ہیں۔ حضرت رسالت خاتمت علیہ علی آلمہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی کی اس قدر تاکید فرمائی کہ صحابہ کرام کو گمان گزرا کہ شاید پڑوسی کو وراثت میں بھی حصہ بنا دیا جائے گا۔

مثنوی: چوں چنین بایکدگر ہمسایہ ایم تو چو غور شیدی ماچوں سایہ ایم
چہ بدے لے مایہ بے مائیگان گر نگاہ داری حق ہمسائیگان

ترجمہ: جب ہم ایک دوسرے کے اس قدر نزدیک ہمسائے ہیں۔ تو آفتاب کی طرح اور ہم سایہ کی طرح ہیں تو لے بے مائیہ لوگوں کے مایہ اور پوچھی کوئی بات ہے اگر تو ہمسائیوں کے حق کی نگہداشت کرے۔

والسلام

مکتوب نمبر ۷۹

نصیحت میں میر عبداللہ بن میر محمد نعمان کی طرف صادر ہوا:

میرے عزیز فرزند ہمیشہ اپنے نام کی طرح توفیق یافتہ رہے۔ موسم جوانی کو غنیمت جانتے ہوئے علوم شرعیہ کی تحصیل اور ان کے مطابق عمل میں مشغول رہیں۔ اور اس بات کا اہتمام کریں کہ یہ قیمتی عمر بے فائدہ اور لایعنی کاموں میں صرف نہ ہو۔ اور لہو و لعب میں ضائع نہ ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ تمہارے والد بزرگوار چند روز تک تمہارے پاس پہنچ آئیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ان کے آنے کے متعلق ان کے متعلقین کو خبر دینا ہوگا۔ مصرع
پدر خویش باش اگر مروی اگر مرو ہو تو اپنے باپ بزرگوار یعنی خود کفیل بنو۔

والسلام

مح

مکتوب نمبر ۸۰

مخدوم زاد اٹکنکی یعنی خواجہ ابوالقاسم کی طرف صادر فرمایا :

سلسلہ کے پیروں کے بعض اسمائے گرامی کے استفسار میں جن میں تردد و پیدائش ہوا تھا۔

مخدوم و مکرم ابو کچھ ہمارے حضرت خواجہ یعنی حضرت خواجہ محمد باقی علیہ الرحمۃ سے ہمارے ان پیروں کے اسمائے گرامی کی تحقیق کے بارے میں حضرت خواجہ خواجگی اٹکنکی اور حضرت خواجہ احرار کے درمیان گزرے ہیں پہنچا ہے یہ ہے کہ ان دو حضرات کے درمیان دو بزرگ گزرے ہیں۔ ایک حضرت خواجہ اٹکنکی کے والد بزرگوار حضرت مولانا درویش محمد ہیں۔ اور دوسرے بزرگ حضرت مولانا محمد زاہد ہیں۔ جو حضرت مولانا درویش محمد کے ماموں ہیں۔ چند روز کی بات ہے کہ شہنشاہ پناہ خواجہ خاوند محمود ہمارے اس علاقہ میں تشریف لائے تھے۔ انہوں نے پہلی ملاقات میں ہی مولانا خواجہ درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر شروع کر دیا اور کہا کہ مولانا کو کسی سے اجازت نہیں تھی۔

مولانا درویش محمد ظاہری و باطنی علوم کے جامع اور صوری و معنوی رموز و اسرار سے واقف تھے۔ جذبہ و استغراق کے اوصاف سے موصوف اور سخا و عطا میں معروف تھے۔ آپ نے پندرہ برس زہد و ریاضت میں گزارے۔ اور تجرید و تفرید کی حالت میں دیرانی میں بسر کئے۔ اور حضرت خضر علیہ السلام کی رہنمائی سے خواجہ محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ کر باطن کی تکمیل کی۔ سلسلہ میں وصال فرمایا۔

مولانا محمد زاہد فقر و تجرید و تفرید اور ورع و تقویٰ زہد و عبادت اور اتباع سنت میں بلند مقامات پر فائز تھے۔ حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں پہنچنے سے چند برس پیشتر ریاضت و مجاہدہ میں استقامت مصروف رہے کہ اپنی آنکھ کو نیند سے آشنا نہ ہونے دیا۔ اور اشارہ شبی کے تحت حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک ہی صحبت میں تکمیل ہو گئی اور خرقہ خلافت لے کر واپس وطن تشریف لے آئے۔

(خواجہ ابوبکر محمد دیہ)

خواجہ خاوند محمود رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ نسب میں چھ واسطوں سے خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ سے جاملے ہیں۔ اپنے باطنی نسبت خواجہ اسحاق دہ بیدی سے حاصل کی تھی۔ اس کے بعد آپ نے سیاحت اختیار کی اور کشمیر میں قیامت گرین ہوئے اور وہاں ایک خاوند قیام کی اور ترویج طریقت میں مصروف ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے سیاحت اختیار کی۔ اور یہیں وصال فرمایا۔ آپ کا مزار پراوار لاہور میں انجمن ترقی و تہذیب کے جانب شمال محلہ بیکر پور میں ہے۔

اسی بنا پر ابتداء میں کسی کو مرید نہیں کرتے تھے۔ اور آخر میں جا کر پیری مریدی کا سلسلہ شروع کیا۔ انہیں کہا گیا کہ مولانا صاحب بزرگ تھے اور تمام ماورائے نہر کا علاقہ ان کی بزرگی کا قائل ہے۔ وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے تھے کہ بلا اجازت ابتداء میں پیریاں شروع کر لیں۔ پیری مریدی کا سلسلہ شروع کرنے۔ ایسا کرنا خیانت میں داخل ہے جس کا ایک ادنیٰ مسلمان سے بھی گمان نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ اکابر دین ایسا کریں۔ اس کے بعد خواجہ خاندانہ محمود نے کہا کہ ایک روز مولانا درویش محمد صاحب خواجہ کلان وہ بیدی کی خدمت میں حاضر تھے۔ خواجہ کلان وہ بیدی غریبوزہ تناول فرما رہے تھے۔ مولانا نے غریبوزہ کھانے کی طلب کا اظہار فرمایا تو خواجہ وہ بیدی نے فرمایا تمہارا غریبوزہ مکمل ہو چکا ہے رنجیت ہو چکا ہے مولانا نے فرمایا آپ گواہی دیتے ہیں کہ ہمارا غریبوزہ درجہ کمال کو پہنچ چکا ہے۔ خواجہ کلان وہ بیدی نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا غریبوزہ درجہ تمام و کمال کو پہنچ چکا ہے۔ اس وقت سے مولانا نے مرید کرنا شروع کیا۔ خواجہ خاندانہ محمود کی یہ نقل و روایت بھی بہت بعید معلوم ہوتی ہے۔ یہ بات نہیں ہو سکتی کہ مولانا صرف اتنی سی بات سے اپنے آپ کو شیخ تصور کر لیں اور لوگوں کو مرید بنانے کے واسطے ہو جائیں۔ اس کے بعد حضرت خواجہ خاندانہ محمود نے فرمایا کہ ان دو بزرگوں کا نام جو حضرت مولانا اور خواجہ احمد ارکان کے درمیان نقل کیا جاتا ہے۔ اور دو نام بتاتے جاتے ہیں درست نہیں ہیں۔ اور انہوں نے دو اور نام بتائے۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ سلوک میں مولانا درویش محمد کی نسبت اپنے ماموں سے نہیں۔ بلکہ کسی دوسرے شخص سے نسبت ہے۔ ان کی ان باتوں سے بڑا تعجب ہوا۔ اس ضرورت کے تحت آپ کو تکلیف دی جاتی ہے کہ ان دو بزرگوں کے نام تحقیق کر کے لکھ بھیجیں تاکہ کسی کو گفتگو کی مجال نہ رہے۔ اور اجازت کی بات لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان کی بزرگی ہی اس کا ثقت اور معتبر گواہ ہے تاہم اگر اجازت کے بارے میں بھی کچھ بھیجیں تو بہتر ہے تاکہ معتز ضہین کی زبان بند ہو جائے۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ حضرت خواجہ خاندانہ محمود کا مقصود ان پریشان باتوں سے کیا تھا۔ اگر ان کا مقصود ان باتوں سے ہم بے سربا فقر آدمی کی زور واد طریقہ سے نفی تھی کیونکہ پیر کی نفی مرید کی نفی کو بلاشبہ مستلزم ہے۔ تو ہم بے سربا یہ لوگوں کی نفی کے بہت طریقے ہیں۔ کیا ضرورت تھی کہ اس غرض کے لئے بزرگوں کی نفی کی جائے۔ اور اگر ان کا مقصود

بقیہ ماشیر مسعود ۱ واقع ہے اس وقت محکمہ اوقاف مغربی پاکستان کے زیرِ تحویں ہے۔ مزار مبارک کا گنبد پہلے بہت خستہ ہو چکا تھا اب محکمہ نے دوبارہ اس کی مرمت کروائی ہے۔ اس کی دیکھ بھال کے لئے محلہ مقرر کیا ہے۔ محکمہ اوقاف کی تحویل میں آنے سے قبل مزار شریف سے ملحقہ مسجد بھی کس مہر سی کی حالت میں تھی خطیبہ امام کا بقاعہ انتقام نہیں تھا۔ محکمہ نے اس غامی کو بھی زور کر دیا ہے۔ اب پانچ وقت پابندی سے جماعت کی نماز ہوتی ہے۔ اور رونی میں اضافہ ہو چکا ہے۔ محمد سعید احمد مترجم عفی عنہ

کچھ اور تھا اور صرف ان دو بزرگوں کی نفی مطلوب تھی تو یہ بھی غیر مستحسن ہے۔ جیسا کہ یہ بات ہراس شخص پر پوشیدہ نہیں جو تھوڑی سمجھ بھی رکھتا ہے۔ لے اللہ ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو میٹھا نہ کرے۔ اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما۔ بیشک تو ہی بہت معظا فرمانے والا ہے۔ بحرمت سید المرسلین علیہ وعلیہم وعلی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات۔ اور ہر قبیح ہدایت پر سلامتی کا نزول ہو۔

مکتوب نمبر ۱۸۱

حضرت مخدوم زادہ یعنی میاں خواجہ محمد صادق رحمہ اللہ اسے سلامت رکھے اور محبتوں کے سروں پر تادیر اسے قائم رکھے، اکی طرف صادر فرمایا:

ان کے اس استفسار کے جواب میں کہ اس کا سبب کیا ہے کہ میں مشائخ کی ایک جماعت کو دیکھتا ہوں کہ قرب الہی جل شانہ کے مراتب میں کم درجہ رکھتے ہیں حالانکہ مقامات زہد و تقویٰ وغیرہ میں بلند درجات پر فائز ہیں۔ اور مشائخ کرام کی ایک دوسری جماعت دیکھتا ہوں جو مراتب قرب میں فوقیت رکھتی ہے حالانکہ مقامات کم و بیش ہیں۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

میرے فرزند ارشد محمد صادق نے دریافت کیا ہے کہ اس کا کیا سبب ہے کہ میں مشائخ کی ایک جماعت کو دیکھتا ہوں کہ قرب الہی جل شانہ کے مراتب میں ادنیٰ اور جبر رکھتی ہے۔ حالانکہ مقامات زہد و توکل، صبر و رضایں ان کے درجات بلند معلوم ہوتے ہیں۔ اور مشائخ کی ایک دوسری جماعت کو دیکھتا ہوں کہ مراتب قرب میں درجہ بلند رکھتی ہے۔ اور مقامات زہد و توکل وغیرہ میں نیچے ہے۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ ان مقامات کی اکیلیت یقین کے زیادہ اتم ہونے کے اعتبار سے ہے۔ اور یقین کا اتم ہونا جناب قدس خداوندی جل شانہ میں زیادہ نزدیک کے سبب سے ہے۔ پس یہ بات چند امور سے غالی نہیں یا تو ہماری کشفی نظر خطا کرتی ہے۔ کہ قریب کو بعید جانتی ہے۔ اور بعید کو قریب۔ یا ان مقامات کی اکیلیت کا سبب یقین کے علاوہ کوئی چیز ہے۔ یقین پر مرتب نہیں ہوتا بلکہ کسی دوسرے امر پر ہوتا ہے، اہم اس کے جواب میں کہتے ہیں یقین پر ہی مرتب ہوتا ہے۔ جس قدر قرب زیادہ ہوگا یقین زیادہ ہوگا۔ اور ان مقامات پر اکیلیت کا سبب بھی یقین کا اتم ہونا ہے۔ کوئی اور امر نہیں اور نظر کشفی بھی صحیح ہے۔ غایہ مافی الباب یہ بات ہے کہ قرب کا حصول لطافت میں سے سب سے زیادہ لطیف کا کام ہے۔ پس یقین بھی انہی کا حصہ ہوگا۔ اور ان مقامات کی اکیلیت جو کہ یقین کے اتم ہونے پر مرتب ہوتی ہے۔ اس درجہ سے وہ بھی انہی کو حاصل ہوگی۔ تو ہو سکتا ہے کہ کوئی بزرگ تفتت قرب کے باوجود لطیف ترین لطیف کے مقامات

میں اقامت گزین ہو۔ اور سب سے ظاہر ترین لطیفہ رقالب کی طرف رجوع نہ کیا ہو۔ اور دوسرے کی بزرگی سے جو زیادہ قرب رکھتا ہے، مقامات مذکورہ میں اس سے اکمل ہو اور لطائف میں سے ظاہر ترین لطیفہ رقالب کی طرف رجوع کیا ہو۔ کیونکہ لطیفہ رقالب جب اس قرب سے محروم ہے۔ تو یقین بھی اس کا حصہ نہیں ہے۔ تو ان مقامات کی اکلیت کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔ اور وہ بزرگ جس کا رجوع اس لطیفہ کی طرف ہے اُس نے بھی اس لطیفہ کا حکم اختیار کر لیا ہے۔ اور دوسرے لطائف کے یقینات جو پہلے حاصل ہو چکے تھے پوشیدہ ہو چکے ہوں۔ بخلاف اس بزرگ کے جس کا رجوع رقالب کی طرف نہیں ہوا۔ اس کا حکم لطیف ترین لطیفہ کا حکم ہے۔ قرب و یقین اس کے حق میں مضبوط و مستحکم ہو چکا ہے۔ اور روپوش نہیں ہوا۔ پس لازمی طور پر وہ مقامات مذکورہ میں اتم اور اکمل ہوگا۔ لیکن جاننا چاہیے کہ صاحب رجوع جس طرح قرب و یقین میں اکمل ہے۔ مقامات میں بھی اکمل ہے۔ لیکن اس کے ان کمالات کو پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ اور دعوت خلق کی خاطر اور مخلوق کے ساتھ حصول مناسبت کے لئے جو فائدہ دینے اور فائدہ حاصل کرنے کا سبب ہے، اس کے ظاہر کو عوام الناس کے ظاہر کی طرح کر دیا گیا ہے۔ اصل کے اعتبار سے یہ مقام انبیاء مرسل کہے۔ علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات۔ اس لئے حضرت ابراہیم خلیل الرحمن علی نبینا وعلی الصلوٰۃ والسلام نے الیمان قلب طلب کیا۔ اور یقین کے حصول میں عوام الناس کی طرح آنکھ سے دیکھنے کے محتاج ہوئے۔ اور حضرت خیر علی نبینا وعلی الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اَلْحَقُّ يُجِبُّ هَلْ نَدَّ اللَّهُ مَبْعَدَ مَوْتِهَا
اللہ تعالیٰ اس بستی کو دوبارہ کیسے زندگی عطا کرے گا

اور جس نے رجوع نہیں کیا اُس نے اپنے یقین سے یوں کہا کہ اگر پرستہ اٹھ جائے تو بھی میرے یقین میں مزید اضافہ نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ یہ حضرت امیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کلام ہے تو اس پر محمول کرنا چاہیے کہ یہ آپ کا رجوع الی الخلق سے پہلے کا کلام ہے۔ کیونکہ رجوع کے بعد صاحب رجوع عامتہ الناس کی طرح حصول یقین میں دلائل و براہین کا محتاج ہوتا ہے۔ اس درویش کے لئے رجوع سے قبل علم کلام کے تمام مقدمات بدرجہ ہو چکے تھے۔ اور محسوسات سے زیادہ ان کا یقین تھا۔ لیکن رجوع کے بعد وہ یقین روپوش ہو گیا تھا۔ اور عامتہ الناس کی طرح دلائل و براہین کا محتاج ہو گیا۔

چنانکہ پروردگار میدہند میر ویم
میری جس طرح پرورش کرتے ہیں میں اسی طرح بڑھتا ہوں

نمودار ہوتا ہوں۔
والسلام

لے سورہ بقرہ تک الہ

لے یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔

مکتوب نمبر ۱۸۲

مکالمہ کو لابی کی طرف صادر فرمایا :

حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث پاک کے بیان میں کہ آپؐ نے اپنے بعض صحابہ کرام کو جنہوں نے بڑے خیالات اور دوسرے آنے کی شکایت کی تھی، فرمایا ذالک من الایمان ویہ چیز ایمان میں سے ہے، اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

درویشوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی کہ طالبوں کے وسوسوں اور خطرات کی بات چل پڑی۔ اس ضمن میں ایک حدیث ذکر ہوئی کہ خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے بعض اصحاب نے آنسور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بڑے خیالات اور وسوسوں کی شکایت کی۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا : ذالک من الایمان۔ یہ چیز کمال ایمان سے ہے۔ اس وقت اس فقیر کے دل میں حدیث پاک کے یہ معنی آئے۔ واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ کمال ایمان کمال یقین سے عبارت ہے۔ اور کمال یقین کمال قرب پر مرتب ہوتا ہے۔ اور جس قدر قلب اور اس سے اوپر کے لطائف کو قرب الہی محل نشاۃ زیادہ حاصل ہوگا۔ ایمان و یقین میں بھی اضافہ ہوگا۔ اور قلب سے اس کی بے تعلقی اور بڑھ جائے گی۔ اس وقت دل میں خطرات زیادہ مقدار میں ظہور نہ پیر ہوں گے۔ اور نامناسب وسوسے آئیں گے۔ لہذا بڑے خطرات کا سبب کمال ایمان ہے۔ تو نہایت انتہائی کے غتبی حضرات کو جس قدر بڑے خطرات زیادہ نہا ورنہ نامناسب ہوں گے ایمان کی اکمیت بھی زیادہ ہوگی۔ کیونکہ کمال ایمان الطیف لطائف کی لطیفہ قلب کے ساتھ مکمل بے مناسبتی کا تقاضا کرتا ہے۔ اور یہ بے مناسبتی جس قدر زیادہ ہوگی قلب زیادہ خالی ہوگا۔ اور غفلت و کدورت کے زیادہ نزدیک ہوگا۔ اور اس میں وساوس و خطرات کا درود زیادہ ہوگا۔ لیکن مبتدی اور متوسط کا یہ حال نہیں اس لئے اس طرح کے وساوس نہ ہر قائل ہیں اور اس کے باطنی مرض کو زیادہ کرنے والے ہیں۔ لہذا بات سمجھنے میں کوتاہی کرنے والوں میں سے نہ بنو۔ یہ معرفت اس درویش کے دقیق معارف میں سے ہے۔ اور ہر منبع ہدایت اور متابعت مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی پابندی کرنے والے پر سلامتی کا نزول ہو۔

ح

لے صبیح مسلم شریف۔ بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مکتوب نمبر ۱۸۲

مقام معصوم کا بلی کی طرف صادر فرمایا:

نصیحت کی باتوں میں۔

حق سبحانہ و تعالیٰ شریعت معصومہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والحقیر کے راستے پر استقامت عطا فرما کر
کھینچا اپنی جناب قدس کا گرفتار بنائے۔ اُمید ہے کہ مختلف تعلقات اور پراگندہ توجہات جنہوں نے ظاہر پر غلبہ حاصل
کیا ہوا ہے باطنی نسبت میں مانع نہیں ہوں گی۔ اس کے باوجود سعی و کوشش کریں کہ ظاہری پراگندگی میں بھی تخصیص
ہو۔ ایسا نہ ہو کہ باطن تک بھی سرایت کر جائے۔ اور مطلب تک پہنچنے میں رکاوٹ بن جائے عَیْنَ اِذَا بِاللّٰہِ سَمَّانَہ
مَنْ ذَالِکَ دَاسَ سے اللہ سبحانہ کی پناہ اور دنیا و دُجُور کو دُنیائے میں ہے اس لائق نہیں کہ اپنی قیمتی عمر صرف کر کے
اس کو حاصل کرے۔ بتانا شرط ہے۔ خواب خرگوش میں کب تک رہو گے۔

لے سر لے دباخ تو زندان تو خان دمان تو بلائے جان تو

لے شخص تیری سر لے اور تیرا باخ تیرے لے قید خانہ ہے (تو اس کی محبت میں گرفتار ہے) تیرا مال و دنیا

تیرے لے وبال جان ہے۔

موت سے پہلے اگر کام کر لیا تو فہار نہ خرابی ہی خرابی ہے۔ باطنی سبق کو عزیز جاننا چاہیے۔ اور جو کچھ اس

کے منافی ہے اسے دشمن سمجھنا چاہیے۔

ہر چہ جز عشق خدا سے احسن است غم شکر خوردن بود جان کندن است

خدا سے احسن کے عشق و محبت کے سوا جو کچھ ہے چاہے شکر کھانے کا فعل ہی کیوں نہ ہو جان کو ہلاک ہی کرنا ہے۔

ما علی الرسول الا البلاغ قاصد پر صرف پہنچانا ضروری ہے۔

والسلام

مکتوب نمبر ۱۸۲

تلیخ اللہ کی طرف صادر فرمایا:

حضور سید المرسلین علیہ و علی آلہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام والحقیر کی متابعت کی ترغیب میں۔

میرے فرزند عزیز کا مکتوب مرغوب جو محبت و اخلاص سے تحریر فرمایا تھا۔ میرے خواجہ نے پہنچایا۔ فرحت کا موجب ہوا۔ حق سبحانہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ کاموں کے کرنے کی توفیق عطا کرے۔ بحرمت النبی اور بحرمت آپ کی بزرگ آل کے علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات اتمہا۔

میرے فرزند جو کچھ کل کام آئے گا وہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی متابعت ہے۔ احوال و مواجید، علوم و معارف، اشارات و رموز اگر اس متابعت کے ساتھ جمع ہو جائیں تو فیہا۔ اور بہت اچھے ہیں۔ ورنہ استدراج اور خرابی کے سوا کچھ نہیں۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کو وصال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا۔ اور اُن کا حال پوچھا۔ حضرت جنید نے اس کے جواب میں کہا۔ حقائق و معارف کے بیان میں سب عبارتیں بے کار تھیں۔ اشارات فنا ہو گئے۔ اور نصف رات کے وقت جو رکعات ہم پڑھتے تھے ان کے سوا کسی نے ہم کو نفع نہ دیا۔ تو تم پر حضور اور آپ کے خلفائے راشدین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت لے کر لازم ہے۔ اور قولا معلوماً معتقداً حضور کی شریعت کی مخالفت سے بچنا۔ کیونکہ آپ کی متابعت براہِ راست نکتہ ہے۔ اور آپ کی مخالفت نحوست اور بربادی ہے۔

خود سارا آپ نے ارسال فرمایا تھا موصول ہوا۔ بعض مقامات سے اس کا مطالعہ کیا بہت پسند آیا کیونکہ ایک اور کام تصنیف و تالیف سے بھی زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ اس میں مشغول و مصروف ہونا زیادہ مناسب اور زیادہ اولیٰ ہے۔ والسلام

مکتوب نمبر ۱۸۵

ایک شخص کی سفارش کے سلسلے میں منصور عرب کی طرف صادر فرمایا:

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے راستے پر استقامت عطا فرمائے۔ اور تہااری ساری ہمت اپنی ذات قدس کی طرف پھیرے۔ جو کچھ ہم اور تم پر لازم ہے بغیر حق تعالیٰ کی گرفتاری سے دل کو سالم اور محفوظ رکھنا ہے۔ اور یہ سلامتی اس صورت میں میسر آتی ہے کہ غیر حق کے خیال کا گزر دل پر ہرگز نہ رہے۔ اگر فرضاً ہزار برس زندگی و فاکرے تو بھی دل میں غیر حق کا خیال نہ گزرے۔ اس نسیان کے باعث جو دل کو حق تعالیٰ کے ماسوا سے حاصل ہو چکا ہے۔ ظہر کار نیست وغیر این ہمہ بیج۔ اصل کام یہی ہے اس کے سوا سب بیج ہے۔ دوسری لائق بیان بات یہ ہے کہ مولانا فاضل سرہندی جو آپ کی خدمت علیہم السلام حاضر ہے۔ اس کا باپ سرہندی میں ہے اس کی یہ آرزو ہے کہ اپنے بڑے بچے اور نفع

لاغری کے ایام میں اپنے بیٹے کی ملاقات سے مسرور اور خوش ہو۔ اس بنا پر اس نے اس سلسلہ میں آپ کو تکلیف دینے کے لئے فقیر کو وسیلہ بنایا ہے۔ معاملہ آپ کے قبضہ میں ہے بلکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

واستلام

مکتوب نمبر ۱۸۶

خواجہ عبدالرحمن مفتی کابلی کی طرف صادر فرمایا:

مناہجۂ سنت پر اٹھانے اور بدعت سے بچنے اور اس بیان میں کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

رہندہ عاجزا حق سبحانہ و تعالیٰ سے تضرع، زاری، التجا، محتاجی، ذلت، انکاری کے ساتھ پوشیدہ اور ظاہر طور پر سوال کرتا ہے کہ جو کچھ دین میں نیا پیدا ہوا ہے۔ اور نیا ایجاد ہوا ہے۔ جو زمانہ خیر البشر اور آپ کے خلفائے راشدین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں نہیں تھا۔ اگرچہ وہ چیز روشنی اور چمک دمک میں سفید صیغ کی طرح ہو اس ضعیف بندے کو اس گروہ کے ساتھ جس نے اس کو اختیار کر لیا ہے اس نئے عمل کا گرفتار نہ کرے۔ اور اس نئی ایجاد شدہ چیز کے حق پر فریفتہ نہ کرے۔ بحرمت سید المختار و اکابر الابرار علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

کہنے والوں نے کہا ہے کہ بدعت دو قسم ہے۔ حسنہ اور سیئہ۔ حسنہ اس نیک عمل کا نام رکھتے ہیں جو حضور اور آپ کے خلفائے راشدین علیہم الصلوٰۃ والسلام امتیازات اکملہا کے زمانہ کے بعد پیدا ہوئی ہے اور کسی سنت کو اٹھانے اور دور کرنے والی نہ ہو۔ اور سیئہ اس کو کہتے ہیں جو سنت کو مٹانے اور دور کرنے والی ہو۔

یہ فقیر ان بدعتوں میں سے کسی بدعت کے اندر حسن و نورانیت کا مشاہدہ نہیں کرتا۔ اور ظلمت و کدورت

حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مکتوبات میں ”بدعت“ سے بچنے اور اس سے دور رہنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ اور بدعت اور بدعتی لوگوں کی مذمت کی ہے۔ آپ نے جو لکھا ہے بالکل حق اور صحیح لکھا ہے۔ لیکن مخالفین اہل سنت اپنے مخصوص نظریات کے تحت حضرت شیخ محمد رضی اللہ عنہ کے موقف و مسلک کو غلط رنگ دینے کی کوشش کرتے ہیں اور بدعت سے متعلق اپنے مسلک کی تائید و حمایت میں حضرت شیخ قدس سرہ کی عبارات کو پیش کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو بہکاتے ہیں۔ لہذا آپ کے مسلک و موقف کی وضاحت

کے سوا کسی شے کا احساس نہیں ہوتا۔ اگر فرضاً آج مبدع کے عمل کو ضعف بصارت کے باعث طراوت و تازگی کی شکل میں دیکھتے ہیں تو کل جب کہ نظریہ کر دیں گے تو پتہ چل جائے گا کہ خسارے اور نہایت کے سوا اس کا کچھ نتیجہ نہیں تھا۔ **بیت**

بروقت صبح شود ہمو روز معلومت کہ باکہ باختر عشق و در شب و بگر
صبح کے وقت روز روشن کی طرح تجھے معلوم ہو جائے گا کہ تو نے شب تاریک میں کس کے ساتھ رشتہ عشق جوڑ
رکھا تھا۔

رقیہ ہاشمیہ صفحہ ۱۰۴) ضروری ہے۔ اس سلسلے میں علماء کرام نے جو کچھ لکھا ہے مختصراً یہاں درج کیا جاتا ہے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ دیانت و انصاف کی نگاہ سے اس کا مطالعہ فرمائیں۔ علامہ محمد مداد کی محنتی مکتوبات شریف اس مقام پر ہاشمیہ میں لکھتے ہیں:

(۱) ولا یخالف قوله فی ذالک قول العلماء الاسلاف رحمہم اللہ جہت قسمو اللہ علی حسنۃ و سیئۃ و ارادوا بالحسنۃ ما یکون له اصل فی الصدر الاول و لو اشارۃ کینا المناثر و المدارس و الرباطات و تدوین الکتب و ترتیب الدلائل و نحو ذالک و السیئۃ ما لیس له اصل فیہ اصلاً۔ فالامام قدس سرہ لا یطلق اسم البدعۃ علی القسم الاول لوجود اصلہ فی الصدر الاول فلا یکون مبتدعاً و محدثاً بل تخصیہ بالقسم الثانی فقط لکنہ مبتدعاً و محدثاً حقیقۃ و لقوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل بدعۃ ضلالۃ فالنزاع بینہما الفظی اعنی فی اطلاق اسم البدعۃ علی القسم الاول و عدم اطلاقہ۔

(ترجمہ) اور اس بارے میں آپ کا قول علمائے اسلاف رحمہم اللہ کے اس قول کے مخالف نہیں کہ بدعت کی دو قسمیں کی ہیں حسنہ اور سیئہ۔ وہ بدعت حسنہ سے ایسی شے مراد دیتے ہیں جس کی صدراول میں اصل موجود ہو اگرچہ اشارۃ ہی ہو جیسے مسجدوں کے مناروں، مدارس اور مسافر خانوں کی تعمیر اور کتابوں کی تدوین اور دلائل کی ترتیب اور اسی طرح کی اور چیزیں۔ اور بدعت سیئہ سے ایسی چیز مراد دیتے ہیں جس کی صدراول میں بالکل اصل موجود نہ ہو تو امام ربانی قدس سرہ قسم اول پر بدعت کے نام کا اطلاق نہیں کرتے۔ کیونکہ اس کی اصل صدراول میں موجود ہوتی ہے۔ لہذا وہ چیز بدعت اور محدث نہیں۔ بلکہ آپ بدعت صرف قسم ثانی کی قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ وہی درحقیقت بدعت اور محدث ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر بدعت مگر اسی ہے۔ تو

حضور سید البشر علیہ وآلہ السلوٰۃ و التسلیمات فرماتے ہیں:

مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ
مِنْهُ فَهُوَ كَافِرٌ۔ (بخاری و مسلم)
جس نے ہمارے اس دین میں وہ چیز نکالی جو
اس میں نہ ہو تو وہ کافر ہے۔

دبیرہ ما شیخہ صفحہ ۱۰۵، علمائے اسلاف اور حضرت شیخ محمد و علیہ السلام کے بیان نزاع فطری سے ہے کہ قسم اول پر بدعت کا اطلاق
ہوتا ہے یا نہیں۔

(۲) حضرت شیخ محمد غزالی دہلوی قدس سرہ مقامات سعیدیہ میں فرماتے ہیں:

البدعة الحسنة عند الامام الرباني قدس سرہ داخله في السنة ولا يطلق عليها
اسم البدعة بموجب كل بدعة ضلالة والنزاع لفظي بينة وبين العلماء القائلين
بوجود الحسن في البدعة۔

(ترجمہ) بدعت حسنہ امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک سنت میں داخل ہے اور آپ موجب حدیث کل بدعة ضلالة اس
پر بدعت کا اطلاق نہیں فرماتے۔ تو اس بارے میں آپ اور دوسرے علمائے کرام کے درمیان جو بدعت حسنہ کے
قائل ہیں نزاع فطری ہے۔

(۳) نکل بدعتہ لم تخالف السنة وهي البدعة الحسنة عند العلماء داخله عند الامام الرباني
قدس سرہ في السنة۔

(ترجمہ) تو ہر بدعت جو مخالف سنت نہ ہو اور علماء کے نزدیک وہی بدعت حسنہ ہے۔ اور امام ربانی کے نزدیک وہ
سنت میں داخل ہے۔

(۴) شاہ عبدالغنی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ انجاء الحاجۃ ما شیخہ ابن ماجہ میں حدیث من احدث في امرنا هذا
ما ليس منه الخ کے تحت فرماتے ہیں:

اي ما ليس من وسائله فان الوسيله داخله في السنة وليست اقل الشيخ المجدد رضي الله تعالى
عنه ان العلوم التي وسائل لاداء الدين كالصوم الخ داخله في السنة ولا يطلق عليها
اسم البدعة عنده رضي الله عنه ليس منها حسن البتة۔

(ترجمہ) یعنی وہ چیز جو دین کے وسائل میں سے نہ ہو۔ کیونکہ شے کا وسیلہ اور ذریعہ اس میں داخل ہوتا ہے۔ اسی لئے
شیخ محمد و رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ علوم جو دین کے وسائل ہیں جیسے صوم و غیر سنت میں داخل ہیں اور آپ
اس پر بدعت کا اطلاق نہیں کرتے۔ کیونکہ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدعت میں کوئی حسن اور خوبی نہیں۔

جو چہرہ و دودھو اس میں حسن کہاں سے آسکتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔
 اما بعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ و
 خیر الہدیٰ۔ ہدی محمد و شر الامور
 محدثانہا و کل بدعتہ ضلالتہ۔
 بعد حمد و صلوة پس ربیک بہتر بات کتاب اللہ
 ہے اور سب سے بہتر سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 کی سیرت ہے۔ اور چیزوں میں سب سے بدتر
 باتیں ہیں اور ہر نئی چیز گمراہی ہے۔

دوسری جگہ آپؐ نے فرمایا:

او صیکم بتقوی اللہ والسمع والطاعت
 وان کان عبد احشیاً فانه من یعش
 مکم بعدی فیسری اختلافاً کثیراً فلیکم
 بسنتی وسنت الخلفاء الراشدین
 المہدیین تمسکوا بہا وعضوا علیہا
 بالنواجذ۔ وایاکم و محدثات الامور
 فان کل محدثۃ بدعتہ و کل بدعتہ
 ضلالتہ۔
 اے لوگو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے، اس کی بات
 سننے اور اس کی رامت و فرمانبرداری کی تلقین
 کرتا ہوں۔ اگرچہ تمہارا حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ
 ہو۔ کیونکہ جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ
 عنقریب بہت اختلافات دیکھے گا تو تم میری اور
 میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو
 لازم پکڑو۔ اور اسے مضبوطی سے تھامو۔ اور اسے
 اپنی ٹانگوں سے پکڑو۔ اور نئے نئے امور
 سے بچنا پس ربیک بہتر چیز بدعت ہے اور
 ہر بدعت گمراہی و ضلالت ہے۔

یعنی مہاشیہ صفحہ ۱۰۶) نیز معمولات اہل سنت کے مطابق حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ اپنے پیرو مرشد کی مجلس عرس شریف
 میں شریک ہوتے تھے۔ حضرات القدس جلد دوم ص ۲ پر ہے کہ آپؐ تقریب عرس حضرت خواجہ قدس سرہ دہلی تشریف
 لائے۔ آپؐ نے خود اپنے مکتوبات شریف کے دفتر اول جلد دوم ص ۲ میں فرمایا ہے۔

درایام عرس حضرت خواجہ چہر قدس سرہ بجز
 دہلی رسیدہ بخطر داشت کہ در طراست علیہ نیز
 برسد وری اثنا خبر کوچ منتظر گشت بضرورت
 توقف نمود۔
 حضرت خواجہ چہر قدس سرہ کے عرس مبارک کے ایام
 میں فقیر دہلی آیا۔ ارادہ تھا کہ حضرت در شیخ فرید کی
 خدمت عالی میں بھی حاضر ہوں۔ آنے کی تیاری میں
 تھا کہ آپؐ کے تشریف سے جانے کی خبر شہر ہو گئی
 تو ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔

تو جب دین میں برائی چیز بدعت ہے اور بدعت منکرات و گمراہی ہے۔ تو بدعت میں اچھائی کے ہونے کے کیا معنی۔ نیز احادیث سے جو کچھ سمجھ میں آتا ہے یہ ہے کہ ہر بدعت رافع سنت ہے۔ لہذا بعض بدعات سے تخصیص کی کوئی گنجائش نہیں۔ پس ہر بدعت سیدہ ہی ہوگی جس ضرورتی کہ ہم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

مَا أَحْدَثَ قَوْمٌ مِثْلَ عَصَا الْأَسْرَفِ
مِثْلَهَا مِنَ السَّخَةِ فَمَسَكَ بِسُنَّتِي
خَيْرٌ مِنْ إِحْدَاثِ بَدْعِي

کوئی قوم بدعت جاری نہیں کرتی گمراہی کی مثل
سنت اٹھالی جاتی ہے۔ تو سنت کو مضبوطی سے
تھامنا بدعت جاری کرنے سے بہتر ہے۔

(مسند احمد)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ مِثْلَ عَصَا فِي دِينِهِمْ
إِلَّا نَزَعَ اللَّهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا ثُمَّ
لَا يُعْبَدُ هَذَا إِلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

کوئی قوم اپنے میں بدعت جاری نہیں کرتی
مگر اللہ تعالیٰ اس کی مثل سنتوں سے چھین لیتا
ہے پھر قیامت تک وہ سنت انہیں واپس عطا
نہیں کرتا۔ (راوی شریف)

جاننا چاہیے کہ بعض بدعات جنہیں علماء اور مشائخ بدعت حسنہ کہتے ہیں جب ان کا خوب مطالعہ کیا جائے۔ تو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ بھی رافع سنت ہیں۔ مثلاً میت کے کفن میں سات کو انہوں نے بدعت حسنہ کہا ہے حالانکہ

بقیہ ماشیہ صفحہ ۱۰۷ (۶) فوت شدگان کی فاتحہ دلاتے تھے۔ اور ایصال ثواب کرتے تھے۔ مکتوبات شریف میں آپ کے اس عمل کی تصریح موجود ہے۔

(۷) مزارات بزرگان پر شریفیے جلاتے تھے اور قبر پر چڑھتے اچھا کو تبرک جانتے تھے اور عقیدت کیساتھ قبول کرتے تھے۔
حضرات القدس جلد ۲ صفحہ ۷۹

(۸) حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تصور شیخ، استعاذ و لیاہ کرام کے فائق ہیں جیسا کہ مکتوبات شریف میں آپ نے جاہلان مسائل کو وضاحت سے لکھا ہے۔ ان مختلف فیہ مسائل میں حضرت مجدد قدس سرہ کے مسلک موقف کے متعلق پورے طور پر واقف ہونے کے لئے بندہ کی تالیف ”مسک امام ربانی“ کا مطالعہ فرمائیے۔

علماء کرام کی مذکورہ تحقیقات اور صحاحیات سے معذرت کی طرح یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کا مسلک اہل سنت کے مسلک کے عین مطابق ہے اور مخالفین آپ کا مسلک غلط رنگ میں پیش کرتے ہیں۔
مترجم عفی عنہ

یہ بدعت بھی رافع سنت ہے۔ کیونکہ اس سے کفن کے تین کپڑوں میں تین کے عدد کا نسخہ ہے۔ اور نسخہ عین رفع ہے یوں ہی مشائخ نے دستار کے شٹے کو دائیں جانب چھوڑنے کو مستحق کہا ہے۔ حالانکہ اس بارے میں سنت یہ ہے کہ پشت پر دونوں کا نہ حصول کے درمیان ہو۔ تو ظاہر ہے کہ یہ بدعت بھی رافع سنت ہے۔ نیز علماء نے جو نیت نمازیں کہا ہے کہ دل سے نیت کے باوجود زبان سے نیت کرنا بھی مستحق ہے۔ حالانکہ زبان سے نیت کرنا حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے نہ صیح روایت سے ثابت ہے اور نہ ضعیف روایت سے اور نہ صحابہ کرام اور تابعین عظام سے یہ ثابت ہے کہ وہ زبان سے بھی نیت کرتے تھے۔ بلکہ دستور یہ تھا کہ جب اقامت ہوتی تھی تو ساتھ ہی وہ تکبیر تحریر کہتے تھے۔ تو زبان سے نیت کرنا بھی بدعت ہے۔ اور علماء نے اس بدعت کو بھی حند کہا ہے۔ اور یہ فقیر جانتا ہے کہ یہ بدعت سنت تو کجا فرض کے خاتمے کا بھی باعث ہے۔ کیونکہ زبان سے نیت کے جائز ہونے کی صورت میں اکثر لوگ زبان سے نیت پر ہی کفایت کر بیٹھیں گے۔ اور دل کی غفلت کی کچھ پرواہ نہ کریں گے۔ پس اس ضمن میں نماز کے فرائض میں سے ایک فرض نیت قلبی بھی چھوٹ جاتی ہے۔ اور اس سے نماز ہی فاسد ہو جاتی ہے۔ یہی حال باقی بدعات اور محمدات کا ہے۔ کہ یہ سب کسی نہ کسی طرح سنت پر زیادتی ہے۔ اور زیادتی نسخ ہے اور نسخ رفع ہے۔ لہذا تم پر لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سنت کی متابعت کے ہی پابند رہو۔ اور آپ کے صحابہ کرام کی اقتدا پر ہی کفایت کرو۔ کیونکہ صحابہ کرام ہدایت کے ستارے ہیں۔ تم ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ باقی رہا قیاس اور اجتہاد فقہی تو وہ بالکل بدعت نہیں بلکہ وہ مضموم کے معنی کو ظاہر و واضح کرتا ہے کسی نئی چیز یا لائد چیز کو ثابت نہیں کرتا۔ تو اسے اصحاب بصیرت عبرت پکڑو۔ اور ہر متبع ہدایت اور حضرت مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی متابعت کی پابندی کرنے والے پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

مکتوب نمبر ۱۸۷

خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں طریق رابطہ و تصور شیخ، مقصود تک پہنچانے والے راستوں میں سب سے زیادہ قریب

ہے۔ اور اس بیان میں کہ رابطہ و تصور شیخ، مرید کے لئے ذکر الہی کرنے سے بھی زیادہ نافع ہے۔

جو مکتوب آپ نے دوستوں کو لکھا تھا، نظر پڑا اور تحریر شدہ حالات سے واقفیت ہوئی۔

جاننا چاہیئے کہ بناوٹ اور تکلف کے بغیر شیخ سے رابطے کا حصول پر مرید کے درمیان مناسبت تام کی نشانی

ہے۔ جو افاوے اور استفادے کا سبب ہے۔ اور کوئی راستہ بھی طریق رابطہ (تصویر شیخ) سے زیادہ قریب نہیں۔ دیکھیں یہ دولت کس سعادت مند کو عطا کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ احرار قدس اللہ تعالیٰ سرۃ العزیز اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں **کل سایہ رہبر بہر است ذکر حق**۔ رہبر کا سایہ ذکر حق کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ زیادہ بہتر کہنا نفع کے اعتبار سے ہے۔ یعنی مرید کے لئے رہبر کا سایہ اس کے ذکر حق کرنے سے زیادہ نفع مند ہے۔ کیونکہ مرید اس وقت مذکور یعنی اللہ جل و علا کے ساتھ کامل مناسبت حاصل نہیں ہوتی تاکہ براستہ ذکر اسے مکمل نفع حاصل ہو۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب نمبر ۱۸۸

خواجہ محمد صدیق بدخشی کی طرف صادر ہوا:

ان مسائل کے حل میں جو اس نے دریافت کئے تھے۔

میرے برادر عزیز کا مکتوب مرغوب موصول ہوا۔ آپ نے تین امور کے متعلق دریافت کیا ہے۔ ۱۔ نعت کے نشانات ولے۔ ۲۔ مرتبہ قلب میں بعض لطائف کا پوشیدہ رہنا صرف ان لطائف پر ہی بند ہے جن کا قلب متغیر ہے۔ ۳۔ وہ لطائف اس میں پوشیدہ نہیں ہیں جو قلب سے ماورای ہیں۔ کیونکہ ان کے قلب میں پوشیدہ ہونے کے کچھ معنی نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ شخص جس کی استعداد مرتبہ قلب یا روح تک ہے۔ یہ حساب تصرف و تصرف اسے مراتب فوق تک لے جاسکتا ہے۔ لیکن یہاں ایک باریک بات ہے کہ جو دروہ و روہات چیت سے تعلق رکھتی ہے۔ تقریراً اس کا بیان کرنا مشکل ہے۔ نیز ایک بات یہ ہے کہ جب ظاہر باطن کا رنگ اختیار کر لے اور باطن ظاہر کے رنگ سے رنگیں ہو جائے۔ تو کیا مشکل ہے کہ ظاہر کے احکام باطن میں اور باطن کے احکام ظاہر میں نمایاں اور پیدا ہو جائیں۔ والسلام

مکتوب نمبر ۱۸۹

شرف الدین حسین بدخشی کی طرف صادر ہوا:

اس بیان میں کہ بے نامہ تعلقات میں گرفتار ہونے کے باوجود فقرائے کی یاد ان کے ساتھ شدید مناسبت اور تعلق کا اظہار کرتی ہے۔ اور کینی دنیا پر فریفتہ نہیں ہونا چاہیے۔ اور باطنی سبق

کو تمام کاموں سے عزیز رکھنا چاہیے۔ اور اس بیان میں کہ احکام شریعت سے سرتابی نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ پورے احسان اور عجز و زاری سے انہیں قبول کرنا چاہیے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں الحمد للہ سب العالمین والسلام علی سید المرسلین وآلہ الطاہرین اجمعین۔ عزیز وارشد فرزند ارجمند شرف الدین حسین کا مکتوب شریف موصول ہو کر موجب فرحت و تانگی ہوا۔ یہ کہتی بڑی نعمت ہے کہ بے فائدہ گرفتاریوں اور مصروفیتوں کے باوجود فقراء و دروہاؤں کی یاد ذہن سے محو نہیں ہوئی۔ اس یاد سے شدت مناسبت کا اظہار ہوتا ہے۔ اور یہی چیز افادہ اور استفادہ کا سبب ہے۔ بعض واقعات جو آپ نے درج کئے تھے۔ اچھے اور عمدہ ہیں اور باطنی ارتباط پر قوی دلیل ہیں۔

لے فرزند کمین دنیا کی طراوت و تازگی پر فریفتہ نہ ہونا۔ اور اس کے بے معنی کروفر پر عاشق نہ ہونا۔ کیونکہ بے حقیقت اور بے اعتبار ہے۔ آج اگر یہ معنی ذہن میں نہیں آتا کل ضرور آ جائے گا۔ لیکن اس وقت کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

گوشش از بار در گراں شدہ است نشو و نما و فغان مبرا
اس کے کان موتیوں کے زیور سے بھاری ہوئے ہوئے ہیں۔ اس لئے وہ میرے لئے اور فغان کو نہیں سنتے۔ چاہیے کہ باطنی سبق کو خداوند تعالیٰ جل شانہ کی عظیم نعمتوں سے جانتے ہوئے اس کے تکرار پر فریفتہ اور حریفیں رہیں۔ اور پانچ وقت کی نماز سستی اور کوتاہی کے بغیر باجماعت ادا کرتے رہیں۔ اور چالیس روپے میں سے اٹھ کا احسان جانتے ہوئے فقراء اور مساکین کو دیں۔ اور حوام اور مشتبہ چیزوں سے اجتناب اور پرہیز کریں۔ اور مخلوقات پر شفق اور مہربان رہیں۔ نجات اور ننگاری کا طریقہ یہی ہے۔ والسلام

مکتوب نمبر ۱۹۰

میر محمد فغان بدخشی کے بیٹوں میں سے ایک بیٹے کی طرف صادر ہوا :
ذکر الہی جل سلاطہ کے دوام پر اُٹھانے اور بلند مرتبہ طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم اور طرز و طریقہ ذکر اور دوسرے مناسب امور کے بیان میں۔
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین وآلہ الطاہرین اجمعین۔
قراس بات کو جان اور آگاہ رہ کر تیری سعادت بکہ تمام انسانوں کی سعادت اور سب کی فلاح و نجات

اپنے مولیٰ جل سلاطین کے ذکر میں ہے۔ جہاں تک ممکن ہو سکے تمام اوقات کو ذکر الہی محل شانہ میں مستغرق اور مصروف رکھنا چاہیے۔ اور ایک لمحہ کے لئے بھی غفلت کو بائز نہیں سمجھنا چاہیے۔ اللہ سبحانہ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ دوام ذکر طریقہ حضرات خواجگان (نقشبندیہ) قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم میں ابتداء میں ہی میرا جاتا ہے۔ اور "نہایت ابتداء میں درج ہے" کے طریقہ پر حاصل ہو جاتا ہے۔ لہذا طالب کے لئے اس بلند مرتبہ طریقہ کو اختیار کرنا زیادہ بہتر اور مناسب ہے۔ بلکہ لازم و واجب ہے۔ پس تجھ پر لازم ہے کہ قبلہ توجہ کو ہر طرف سے ہٹا کر کلیتہً اس طریقہ علیہ کے بلند مرتبہ اکابر کی طرف کرے۔ اور ان کے ہاتھ سے بہت اور توجہ طلب کرے۔ ابتداء میں ذکر کرنے سے چارہ نہیں۔ چاہیے کہ قلب منور بری کی طرف متوجہ ہو۔ کیونکہ دل کے گوشت کا ٹکڑا قلب حقیقی کے لئے جھرسے اور گھر کی مانند ہے۔ اور اسم مبارک "اللہ" کو اس قلب پر گوارے۔ اور اس وقت قصد اگر کسی عضو کو بھی حرکت نہ دے۔ کلیتہً قلب کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ جائے۔ اور خیال میں بھی قلب منور بری کو جگہ نہ دے۔ اور اس طرف متوجہ نہ ہو۔ کیونکہ مقصود قلب کی طرف توجہ ہے۔ نہ کہ اس کی صورت کا تصور۔ اور لفظ مبارک اللہ کے معنی کو بے مثال اور بے کیف ملاحظہ کرے اور کسی صفت کو بھی اس کے ساتھ نہ ملائے اور اس کے حاضر و ناظر ہونے کو بھی لحاظ و خیال میں نہ لائے۔ تاکہ حضرت ذات تعالیٰ و قدس کی بندگی سے صفات کی پستی کی طرف نہ آئے۔ اور اس سے شہود و وحی نہ کثرت میں نہ پڑے۔ اور بے کیف ذات کی گرفتاری سے چون اور کیف والی شے کیساتھ آرام نہ پڑے۔ کیونکہ جو۔۔۔ چون اور کیفیت رکھنے والی شے میں نمایاں ہو گا وہ بے کیف نہیں ہو سکتا۔ اور جو کچھ کثرت میں نمودار ہوتا ہے۔ واحد حقیقی نہیں ہو سکتا۔ بے چون ذات کو چون کے دائرہ سے باہر تلاش کرنا چاہیے۔ بسیط حقیقی کو احاطہ کثرت سے باہر طلب کرنا چاہیے۔

اور اگر بوقت ذکر الہی بے تکلف پیر کی صورت ظاہر ہو تو اسے بھی دل میں لے جائے۔ اور دل میں بٹھا کر ذکر کرے۔

تم جانتے ہو پیر کیسی ہستی ہے۔ پیروہ ذات ہے کہ جناب قدس خداوندی جل شانہ تک پہنچنے کے ملے

۱۔ معلوم ہوا کہ تصور شیخ ہائے اوردست ہے۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے قائل ہیں۔ لیکن جو حضرات کو ہر چیز میں شرک ہی نظر آتا ہے۔ وہ اسے بھی شرک ہی کہتے ہیں۔ چنانچہ مولوی اسحاق دہلوی مصنف تقویۃ الایمان کے پیر سید احمد صاحب راجے بریلوی نے شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی قدس سرہ کو کہا تھا کہ تصور شیخ صریح شرک ہے۔ ملاحظہ ہو سید احمد شہید مخالف غلام رسول مہر۔

میں اس سے استفادہ کرتے ہو۔ اور اس سے اس راہ میں طرح طرح کی مدد و اعانت حاصل کرتے ہو۔ خالی کلمہ اور چادر اور شجرہ جو مروج ہو چکا ہے پیری مریدی کی حقیقت سے خارج ہے۔ اور عادات و رسوم میں داخل ہے۔ ان بات درست ہے کہ شیخ کامل مکمل کا کرنا بطور تبرک اپنے پاس رکھے۔ اور اس کے ساتھ اعتقاد و اعمال سے زندگی گزارے۔ شیخ کے کرتے کو پاس رکھنے میں ثمرات و نتائج کا قوی احتمال ہے۔

تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ خواہیں اور واقعات اعتماد و اعتبار کے لائق نہیں۔ کوئی شخص اگر اپنے آپ کو خواب یا واقعہ میں بادشاہ یا قطب وقت دیکھے تو حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ ان خواب اور واقعہ سے باہر علم حقیقت اور نفس الامر میں اگر بادشاہ یا قطب بن جائے تو ماننے کے لائق ہے۔ لہذا بیداری میں اگر احوال و مواجہہ ظاہر ہوں تو ان پر اعتماد کی گنجائش ہے ورنہ نہیں۔ اور تم جانتے ہو کہ ذکر کا نفع اور اس پر آثار و نتائج جہت بہت ہونا شریعت کی بجائے آوری سے وابستہ ہے۔ اس لئے فرائض اور سنتوں کی ادائیگی اور حلال اور مشتبہ چیزوں سے اجتناب میں پوری احتیاط کرنی چاہیے۔ اور چھوٹی بڑی بات میں علماء کی طرت رجوع کرنا چاہیے اور ان کے فتویٰ سے تقاضا کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہیے۔ والسلام

مکتوب نمبر ۱۹۱

غافلان کی طرف نگاہ:

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کی ترغیب اور اس بیان میں کہ تکالیف شرعیہ میں آسانی اور سہولت کی پوری رعایت کی گئی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰۤاَنَا لِهٰذَا وَمَا لَنَا لِنُهْتَدِیْٓ لَوْلَا اَنْ هَدٰۤاَنَا اللّٰهُ لَفَلَّ جَاۤءَتْ مَسْـَٔلُ سَرِیِّنًا بِالْحَقِّ۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس راستے کی ہدایت دی اور ہمیں ہدایت نصیب نہیں ہو سکتی تھی اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا۔ بیشک ہمارے رب تعالیٰ کے رسول حق کے ساتھ

۱۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العالی پیر و مرشد سے مدد و اعانت حاصل کرنے کے قابل و معتقد ہیں۔ اور یہ چیز شرک و بدعت نہیں۔

۲۔ معلوم ہوا کہ حضرت شیخ مجدد رضی اللہ عنہ بزرگوں کے تبرکات کے بھی قائل و معتقد ہیں۔ جیسا کہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔

تشریف لائے۔

سعادت ابدی اور نجات سرمدی انبیاء کرام کی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کی سلامتی ان سب پر عموماً اور ان سب سے افضل پر خصوصاً نازل ہوتی رہیں۔ کی متابعت کے ساتھ وابستہ ہے۔ فرضاً اگر ہزار سال بھی عبادت کی جائے۔ اور ریاضت شاقہ اور مجاہدات شدیدہ کو بروئے کار لایا جائے تو بھی اگر ان بزرگوں را انبیاء کرام کی متابعت کے فورے منور اور روشن نہ ہوں بارگاہ ایزدی میں ان کی ایک تجر برابر قیمت نہیں۔ اور دوسرے سونے کے ساتھ جو سراسر غفلت اور بے کاری ہے لیکن ان بزرگوں را انبیاء کرام کے حکم کے مطابق ہو وہ مجاہدات اس نیر کے برابر نہیں ہیں۔ بلکہ یہ مجاہدات پیشیل اور فانی میدان کی طرح بے فائدہ سمجھے جائیں گے۔ یہ خداوند جل شانہ کی کمال مہربانی ہے کہ تمام شرعی تکالیف اور دینی امور میں نہایت ہی آسانی اور سہولت کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ مثلاً رات دن کے آٹھ پہر میں صرف سترہ رکعت رخصت نماز ادا کرنے کی تکلیف دی گئی ہے۔ اور ان کے ادا کرنے میں سالانہ گھنٹہ بھی صرف نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں نماز میں قرأت جس قدر میر آکے اسی پر کفایت کی اجازت دی گئی ہے۔ اور اگر قیام مشکل ہو تو بیٹھ کر ادا کرنے کی اجازت ہے۔ اور اگر بیٹھ کر ادا کرنا مشکل ہو تو لیٹ کر ادا کرنے کی اجازت ہے۔ اور جب رکوع و سجود مشکل ہو اشارے سے ادا کرنے کا حکم ہے۔ اور وضو میں اگر پانی استعمال کرنے پر قدرت نہ ہو تو تیمم کو اس کی جگہ مقرر کیا ہے۔ اور رکوع میں پالیس حصوں میں سے صرف ایک حصہ نقرعو مسکین کے لئے مقرر فرمایا گیا ہے۔ اور اسے بھی پڑھنے والے مالوں اور چرنے والے مویشیوں پر منحصر کیا ہے۔ اور تمام عمر میں صرف ایک حج فرض کیا ہے۔ اور اس کے لئے بھی راستے کے خرچ، سواری اور راستے میں خطرہ نہ ہونے کے ساتھ مشروط فرمایا ہے۔ اور دائرہ مباح کو وسیع اور کشادہ کر دیا ہے۔ چار اذان عورتیں نکاح کے ساتھ اور زرخیر دلوں میں جس قدر چاہیں مباح فرماتی ہیں۔ اور طلاق کو نکاح کی تبدیلی کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ اور کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں میں زیادہ مباح اور کم حرام کی ہیں وہ بھی بندوں کی بہتری اور ان کے فائدے کی خاطر۔

مثلاً ایک بدمزہ ضرور نقصان سے لبریز شراب کو حرام کیا ہے۔ اور اس کے عوض بے شمار فائدے مند اور خوش ذاتیہ اور خوشبودار شہرتوں کو جائز اور مباح فرمایا ہے۔ سرق لوٹا اور عرق دار چینی میں ان کے نوش مزہ اور خوشبودار ہونے کے باوجود اس قدر فائدے اور منافع ہیں جو میان میں نہیں آسکتے۔ کڑوی، بڑا بدبو بدخوبوش و حواس کھڑے والی اور پٹھنہ شراب کو خوشبودار اور خوشگوار چیز سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اس کے علاوہ ان دونوں میں ملال و حرام کے اعتبار سے جو فرق ہے وہ الگ ہے اور وہ فرق و تمیز جو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور نارضا مندی کی وجہ سے ہے الگ ہے۔

یوں ہی اگر بعض ریشمی کپڑوں کو حرام کیا ہے تو کیا ڈر ہے۔ جبکہ کئی طرح کے قیمتی اور دیدہ زیب کپڑے ان کے عوض حلال کر دیئے ہیں۔ اور ریشمینہ اور صوف کا لباس جو عام طور پر مباح ہے، ریشمی لباس سے کئی درجے بہتر ہے۔ پھر ریشمی لباس بھی صرف مردوں کے لئے حرام ہے عورتوں کے لئے حلال اور جائز ہے۔ اور اس کے منافع بھی مردوں کو ہی پہنچتے ہیں۔ اور یہی سونے چاندی کا حال ہے۔ کہ ان سے عورتوں کے زیورات و حقیقت مردوں ہی کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ اگر کوئی بے انصاف اس آسانی اور سہولت کے باوجود اسلام پر چلنا مشکل اور دشوار جانے تو مرض قلبی میں مبتلا اور باطنی بیماری میں گرفتار ہے۔ بہت سے کام ایسے ہیں جن کا کرنا تندہست لوگوں کے لئے آسان ہوتا ہے۔ لیکن کمزور لوگوں کے لئے ان کی انجام دہی نہایت ہی مشکل ہوتی ہے۔ اور مرض قلبی سے مراد آسمان کے نازل شدہ خدا تعالیٰ کے احکام پر دلی یقین کا نہ ہونا ہے۔ ایسے لوگوں کو اس وقت جو تصدیق حاصل ہے وہ بہت سہولت تصدیق ہے۔ نہ کہ حقیقت تصدیق۔ حقیقت تصدیق کے حصول کی علامت احکام الہیہ کی بجا آوری میں آسانی کا پایا جانا ہے۔ ورنہ بے فائدہ رنج اٹھانے کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

کَبُرَتْ لَّيْلِي الْمَشْرُكِيْنَ مَا تَدْعُوْا هُمْ
اِلَيْهِ اللّٰهُ يَخْتَلِفِيْ مِنْ مَّرْسِلَةٍ مِّنْ
يَّسَّاعٍ وَيُفْقِدِي الْيَتِيْمَ مِنْ يَّيْتِيْبٍ -
مشرکوں پر وہ بات بھاری ہے جس کی طرف تو
ان کو بلاتا ہے۔ اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے
چاہتا ہے برگزیدہ کرتا ہے۔ اور اپنی طرف
اسے ہی ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع
کرتا ہے۔

ہر قطع ہدایت اور مصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات اقتہاد اکملہا کی متابعت کی پابندی کرنے والے
پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

مکتوب نمبر ۱۹۲

شیخ بدیع الدین سہارنپوری کی طرف صادر فرمایا:

میرے عزیز اور رشید و ہدایت والے بھائی نے استفسار کیا تھا کہ گیارہویں عرضداشت میں جو حضرت
خواجہ رباقی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف لکھی گئی تھی واقع ہوا ہے کہ ایک رنگین مقام میں داس فقیر کا گھر رہا

جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام سے بلند تر ہے، اس کلام کے کیا معنی ہیں؟ اللہ تعالیٰ تجھے رشد و ہدایت عطا کرے تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ یہ عبارت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر فضیلت کو مستلزم نہیں۔ خاص کر جب کہ لفظ "ہم" بھی موجود ہے جس کے معنی "بھی" کے ہیں جس سے صرف ایک طرح کی شرکت ظاہر ہوتی ہے، اور اگر تسلیم بھی کریں کہ یہ عبارت فضیلت کو مستلزم ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ یہ کلمات اور اس طرح کے دوسرے کلمات جو اس معرضداشت میں واقع ہوئے ہیں، ان واقعات میں سے ہیں جو اپنے پیرومشد کی طرف تہذیب کئے گئے ہیں۔ اور اس گروہ صوفیہ میں یہ بات طے شدہ ہے کہ واقعات میں سے جو کچھ پیش آئے صحیح ہو یا غیر صحیح بے تکلف اپنے پیرومشد کے سامنے ظاہر کرتے ہیں۔ کیونکہ غیر صحیح میں بھی تاویل و تعبیر کا احتمال ہے۔ لہذا ان کے انہار سے چارہ نہیں اور جس بات کو ہم بیان کر رہے ہیں اس میں اپنے معنی کے لحاظ سے کچھ خرابی نہیں۔

علماء کرام نے اس کا ایک اور حل بھی تجویز کیا ہے۔ کہ جزئیات میں سے ایک جزئی میں غیر نبی کو اگر نبی پر فضیلت لازم آجائے تو کچھ حرج نہیں۔ بلکہ ایسی فضیلت کا وقوع بھی ہو چکا ہے۔ جیسا کہ شہادت کے بارے میں وہ فضیلت کی باتیں وارد ہو چکی ہیں جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متعلق وارد نہیں۔ اس کے باوجود فضل کلی نبی کی ذات کے لئے ہی ہے۔ علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے فضیلت کی صورت میں غیر نبی کو اس جزئی کے کمالات میں سیر واقع ہوا اور اپنے آپ کو اس مقام بلند تر پائے تو اس کی گنجائش ہے۔ اگرچہ وہ مقام بھی اسے نبی کی متابعت سے ہی نصیب ہوا ہے۔ اور نبی کے لئے بھی مطابق حدیث۔

مَنْ سَنَّ سُنَّةَ حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا
وَأَجْرُ مَنْ سَنَّ يَبْهَكَ
جو شخص نیک طریقہ جاری کرے۔ تو اس کے جاری کرنے اور جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے سب کا ثواب اسے ملے گا۔

مکمل حصہ ملتا ہے۔ تو جب غیر نبی کو نبی پر فضیلت جزئی جائز ہے۔ تو غیر نبی پر بطریق اولیٰ فضیلت جزئی ثابت

لے چنانچہ مکتوبات الکی عبارت جس میں یہ مضمون واقع ہوا ہے۔ یوں ہے۔ "خود را ہم با فلک اس آن مقام رنگین و منقش یافت" یعنی میں نے اپنے آپ کو بھی اس مقام کے طور سے رنگین اور منقش پایا۔ اور ہم کے لفظ سے صرف ایک طرح کی شرکت مفہوم ہوتی ہے۔ اس سے تو مساوات بھی ثابت نہیں ہوتی چہ جائیکہ ان الفاظ سے فضیلت ثابت کی جائے باقی معاند کے معناد کا کچھ علاج نہیں۔ ۱۲

۱۳ کیونکہ واقعات اپنے پیرومشد کی خدمت میں عرض کرنے سے قبل نہ تو ظاہر ہو رہے ہیں اور صحت کو مستلزم ہوتے ہیں بلکہ جہن جہن ہوتے ہیں۔ ۱۴ انصاف کا مار فضیلت کلی پر ہے۔ نہ کہ فضیلت جزئی پر۔

ہو سکتی ہے۔ لہذا ہمارے اس کلام میں بالکل کوئی اشکال نہیں۔ والسلام

مکتوب نمبر ۱۹۳

فرق اہل سنت و جماعت کی راؤں کے موافق عقاید کو درست کرنے اور احکام فقہ یعنی ملال و حلال و فرض و واجب و سنت و مندوب و مکروہ و حرج کا علم فقہ ذمہ دار ہے اسے سیکھنے کی ترغیب میں۔ اور اسلام کی غربت اور اُس کی تائید و ترقی کے لئے براہِ نیچر کرنے کے بیان میں سیادت پناہ شایع خرید کی طرف لکھا ہے:-

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللَّهُ تَعَالَى نَاصِرُكُمْ وَوَعِيٌّ بِكُمْ عَلَى كُلِّ مَا يُعِينُكُمْ وَيُشِينُكُمْ حَقِّ تَقَالِ اُس چیز پر جو

آپ کو عیب دار اور داغ دار کرے آپ کا مددگار اور معاون رہے۔

اربابِ تکلیف پر پہلے نہایت ضروری ہے کہ علمائے اہل سنت و جماعت شکرا اللہ تعالیٰ سید ہم کی راؤں کے موافق اپنے عقاید کو درست کریں۔ کیونکہ عاقبت کی نہات انہی بزرگواروں کی ہے خطا راؤں کی تابعداری پر موقوف ہے۔ اور فرقہ ناجیہ بھی یہی لوگ اور ان کے تابعدار حضرات ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اصحاب کلام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریق پر ہیں۔ اور ان علوم سے جو کتاب و سنت سے حاصل ہوئے ہیں وہی معتبر ہیں جو ان بزرگواروں نے کتاب و سنت سے اخذ کئے ہیں اور سمجھے ہیں۔ کیونکہ ہر بدعتی و گمراہ بھی اپنے فاسد عقاید کو اپنے خیال فاسد میں کتاب و سنت ہی سے اخذ کرتا ہے۔ پس ان کے اخذ کردہ معانی میں سے کسی معنی پر اعتبار نہ کرنا چاہیے۔ اور ان عقاید حقہ کی درستی کے لئے امام اہل توحید پرستی کا رسالہ بہت مناسب اور عام فہم ہے۔ اپنی مجلس شریف میں اس کا ذکر کرتے رہا کریں۔ لیکن رسالہ مذکورہ چونکہ استدلال پر مشتمل ہے اور اس میں طول و بسط بہت ہے۔ اس لئے کوئی ایسا رسالہ جو صرف مسائل ہی کو شامل ہو۔ بہتر اور مناسب ہے۔ اسی اثنا میں فقیر کے دلی میں گزرا کہ اس بارہ میں ایک ایسا رسالہ لکھے جو اہل سنت و جماعت کے عقائد پر مشتمل ہو۔ اور سہل و آسان ہو۔ اگر ہو سکا تو جلد ہی ہی لکھ کر خدمت میں بھیجا جاوے گا۔

۱۔ معلوم ہو کہ قرآن و حدیث کے صرف معنی قابل اعتبار ہیں جو علمائے اہل سنت اور بزرگانِ دین نے بیان کئے ہیں۔ یہ ایسا ضابطہ ہے کہ اسے اختیار کرنے سے انسان گمراہ فرقوں کے اثر سے محفوظ رہتا ہے۔

ان عقائد کے درست کرنے کے بعد ممال و حرام و فرض و واجب و سنت و مندوب و مکروہ و حرج کا علم فقہ متکفل ہے اس کا سیکھنا اور اس علم کے مطابق عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ بعض علماء میں کو فرامیں کہ فقہ کی کتاب جو فارسی عبارت میں ہو۔ جیسے مجموعہ خوانی اور عمدۃ الاسلاہ مجلس میں پڑھنے رہا کریں۔ اور اگر نعوذ باللہ ضروری اعتقادی مسکون میں سے کسی مسئلہ میں غلط پڑ گیا۔ تو نجات آخرت کی دولت سے محروم ہو گیا۔ اور اگر عملیات میں سستی واقع ہو جائے تو ہو سکتا ہے کہ توبہ ہی سے معاف کر دیں۔ اور اگر مواخذہ بھی کریں گے تو پھر بھی نجات تو ہو ہی جائے گی۔ تو عمدہ کام عقائد کا درست کرنا ہے۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہ سے منقول ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تمام احوال و مواجید کو ہمیں یادیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے عقائد کے ساتھ آراستہ نہ کریں تو سوائے خرابی کے ہم کچھ نہیں جانتے۔ اور اگر تمام خرابیوں کو ہم یہ جمع کر دیں۔ لیکن ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے عقائد سے نواز دیں۔ تو پھر کچھ خوف نہیں۔

قَبِّلْنَا اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَآيَاتُكُمْ عَلَى طَرِيقَتِهِمْ الْمُرْتَبَةِ بِحُزْمَةٍ سَبْدِ الْبَشَرِ عَلَيْكَ وَ عَلَى آيَاتِهِ مِنَ الصَّلَوَاتِ أَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْبِيحَاتِ أَكْمَلُهَا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سید البشر علیہ وآلہ الصلوٰات والسلام کی طفیل طریقہ پسندیدہ پر ثابت قدم رکھے۔

ایک درویش لاہور کی طرف سے آیا ہوا تھا۔ اُس نے بیان کیا کہ شیخ جیو پانی من مٹی کی جامع مسجد میں نماز جمعہ کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ اور میاں رفیع الدین نے ان کی التفات کے اظہار کے بعد کہا کہ نواب شیخ جیو نے اپنی حویلی میں جامع مسجد بنائی ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔ حق تعالیٰ ان کو زیادہ توفیق عنایت فرمائے۔ غرض لاہور یادوں کی اس قسم کی باتیں سن کر بہت ہی خوشی حاصل ہوتی ہے۔

میرے سیادت پناہ کرم! آج اسلام بہت غریب ہو رہا ہے۔ آج اس کی تقویت میں ایک پتیل کا صرف کرنا کر ڈراہو ہوں کے بدلے قبول کرتے ہیں۔ دیکھیں کون سے بہادر کو اس دولت غلطی سے مشرف فرماتے ہیں۔ دین کی ترقی اور مذہب کی تقویت ہر وقت خواہ کسی سے وقوع میں آئے بہتر اور زیادہ ہے۔ لیکن اس وقت میں کہ اسلام غریب ہو جاتا ہے۔ اہل بیت کے آپ جیسے جوانمردوں سے نہایت ہی فریب اور خوب ہے۔ کیونکہ یہ دولت آپ جیسے بزرگوں کے خاندان کی غانہ زاد ہے۔ اس کا تعلق آپ سے ذاتی ہے اور دوسروں سے عارضی۔ حقیقت میں نبی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی وراثت اسی عظیم القدر امر کے حاصل کرنے میں ہے۔ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم ایسے زمانہ میں موجود ہو سہو کہ اگر اولاد و نواہی میں سے دسویں حصہ کو ترک کر دو تو ہلاک ہو جاؤ۔ اور تمہارے بعد ایسے لوگ آئیں گے کہ اگر

اور مرنو ابھی میں سے دوسری جنتہ کو بھال میں گئے۔ اب یہ وہی وقت ہے اور یہ لوگ وہی لوگ ہیں۔
گوئے توفیق و سعادت درمیاں انگندہ اند کہ ہمیدیاں درنئے آید سواراں را چہ شد
ترجمہ:- توفیق و سعادت کا گیند میدان میں پڑا ہے سواروں کو کیا ہو گیا ہے کہ اسے اٹھانے کے لئے کوئی آگے نہیں بڑھتا۔
کاقرعین گوئند اور اس کی اولاد کا مارا جانا بہت خوب ہوتا۔ اور ہندو مرد کی بڑی شکست کا باعث ہوتا۔
خواہ کسی نیت سے اُس کو قتل کیا ہو۔ اور خواہ کسی غرض سے اُس کو ہلاک کیا ہو۔ بہر حال اس میں کفار کی خواری اور
اہل اسلام کی ترقی ہے۔

اس فقیر نے اس ہذا کے قتل ہونے سے پہلے خواب میں دیکھا تھا کہ پادشاہ وقت نے شرک کے سر کی کھوپڑی
کو توڑا ہے۔ واقعی وہ بہت بہت پرست اہل شرک کا رئیس اور اہل کفر کا امام تھا۔ خذْ لَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی
اللہ تعالیٰ انہیں خوار کرے۔

اور دین و دنیا کے سردار علی الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بعض دعاؤں میں اہل شرک کو اس عبارت میں لعنت
نفرین فرمائی ہے :-

اَللّٰهُمَّ شَدِّتْ شَمْلَهُمْ وَفَرَّقْ بَعْضَهُمْ وَخَرَّبْ بُدْيَانَهُمْ وَخُذْهُمْ اَخْذَ عَزِيزٍ مُّقْتَدِرٍ
یا اللہ تو ان کی جمعیت کو پھاگندہ کر اور ان کی جماعت میں تفرقہ ڈال اور ان کے گھروں کو ویران کر اور ان کو ایسا
پکڑ جیسے غالب طاقتور پکڑتا ہے۔

اسلام اور اہل اسلام کی عزت، کفر اور اہل کفر کی خواری میں ہے۔ جزیہ سے مقصود کفر کی خواری اور ان
کی اہانت ہے۔ جس قدر اہل کفر کی عزت ہو۔ اسی قدر اسلام کی ذلت ہے۔ اس سررشتہ کو اچھی طرح نگاہ رکھنا
چاہیے۔ اکثر لوگوں نے اس سررشتہ کو کم کر دیا ہے۔ اور بد بختی سے دین کو برباد کر دیا ہے۔

اللہ نغائے فرماتا ہے یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ اے نبی کفار
اور منافقین سے جہاد کر اور ان کے ساتھ سختی سے معاملہ کر۔

کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور ان پر سختی کرنا دین کی ضروریات میں سے ہے۔ کفر کی باقی رہیں جو پہلے زمانہ میں پیدا
نہ ہوئی تھیں۔ اس وقت کہ پادشاہ اسلام کو اہل کفر کے ساتھ وہ توجہ نہیں رہی مسلمانوں کے دل اس سے بہت
پشیمان ہیں مسلمانوں پر لازم ہے کہ پادشاہ اسلام کو ان بد مذہبوں کی رسموں کی بُرائی سے مطلع کریں۔ اور ان کے دور
کرنے میں کوشش کریں۔ شاید پادشاہ کو ان بقیہ رسوم کی بُرائی کا علم نہ ہو۔ اور اگر وقت کے لحاظ سے مناسب
سمجھیں تو بعض علماے اہل اسلام کو اطلاع دیں تاکہ وہ اگر اہل کفر کی بُرائی ظاہر کریں۔ کیونکہ احکام شرعی کی تبلیغ
کے لئے خوارق و کمالات کا اظہار کرنا کچھ درکار نہیں۔ قیامت کے دن کوئی عذر نہ نہیں گئے کہ تصرف کے بغیر احکام

کے بغیر احکام شرعی کی تبلیغ نہیں کی۔

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام جو بہترین موجودات سے ہیں جب احکام شرعی کی تبلیغ کرتے تھے۔ اور امت کے لوگ معجزہ عجبہ عکب کرتے تھے۔ تو فرماتے تھے کہ معجزات خدا کی طرف سے ہیں۔ ہم پر احکام کا پہنچانا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس وقت شاید حق تعالیٰ ایسا امر ظاہر کرے جو ان لوگوں کے حق ہونے کے استناد کا باعث ہو جائے۔ بہر حال مسائل شرعیہ کی حقیقت سے اطلاع دینا ضروری ہے۔ جب تک یہ واقعہ نہ ہو۔ اس امر کی ذمہ داری علماء اور پادشاہ کی بارگاہ کے مقرب لوگوں پر ہے۔ یہ کس قدر بڑی سعادت ہے کہ اس گفتگو میں کسی جماعت کو تکلیف پہنچے۔

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام نے احکام کی تبلیغ میں کوئی تکلیفیں ہیں جو برداشت نہیں کیں۔ اور کسی کیسی معیشتیں ہیں جو ان کے پیش نہیں آئیں۔

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام میں بہتر و مہتر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ مَا أُودِعَ
نَبِيٌّ مِثْلَ مَا أُودِعَتْ كَرْسِي نَبِيٍّ كَوَالَيْسِي أَيْنَهُمْ يَنْبَغِي جِئْسِي كَهَجِّ أَفْئِنْبَغِي هُيْ
عمر بگذشت و مدیت عشق ما آخر نہ شد شب باخوشد کنوں کو تاہ کسم افسانہ را
ترجمہ : عمر گزر گئی لیکن ہمارے عشق کی داستان ختم نہ ہوئی۔ رات گزر گئی اس لئے ہیں افسانے کو مختصر کرتا ہوں

مکتوب نمبر ۱۹۲

وقت کی ترقی اور دین کی تائید کی ترغیب میں اور اس سے متعلق بیان میں صدر جہاں کی طرف مکتھا :
سَلَّمَكُمْ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَعَافَاكُمْ عَنْ حَقِّ تَعَالَىٰ أَيْ كَرَامَتِ وَأَعْفَاكُمْ عَنْ حَقِّ تَعَالَىٰ
جاری ہونے اور نہ بہت مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے دشمنوں کی خواری کی باتیں سن کر ماتم زدہ مسلمانوں
کے دل کو خوشی اور رُوح کو تازگی حاصل ہوئی۔ اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔ اور اللہ
مالکِ قدیر سے سوال ہے کہ اپنے نبی بشیر و نذیر علیہ السلام کی طفیل اس بڑے کام میں ترقی بخشے
مجھے یقین ہے کہ اسلام کے منفد ا یعنی سادات عظام اور علمائے کرام خلوت و عبودیت میں اس دہائی کی ترقی اور
اس صراطِ مستقیم کی تکمیل کے درپے ہوں گے۔ بھلا کوئی بے سرو سامان اس بارہ میں کیا دم مارے۔ آپ نے سُنا
جو کہ بادشاہ اسلام اسلامی استعداد کی غرض سے علماء کا خواہاں ہے۔ الحمد للہ علی ذلک ۔

آپ کو معلوم ہے کہ زمانہ سابق میں جو فساد پیدا ہوا تھا۔ وہ علماء کی ہی کمبختی سے ظہور میں آیا تھا۔ اس بارہ میں

امید ہے کہ پورا پورا تبع و نظر رکھ کر علمائے دیندار کے انتخاب کرنے میں پیش دستی کریں گے۔ علمائے بددیہی کے پھریں۔ ان کا مقصود ہمد تن یہ ہے کہ خلق کے نزدیک مرتبہ و ریاست و بزرگی حاصل ہو جائے۔ اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَتِهِمْ۔ اللہ تعالیٰ ان کے فتنے سے بچائے۔ ہاں ان میں سے جو بہتر ہیں۔ وہ سب خلقت سے اچھے ہیں کل قیامت کے دن ان کی سیاہی کو فی سبیل اللہ شہیدوں کے خون کے ساتھ تولیں گے۔ اور ان کی سیاہی کا پتہ بھاری ہو جائے گا۔ شَرُّ النَّاسِ شَرُّ الْعُلَمَاءِ وَ خَيْرُ النَّاسِ خَيْرُ الْعُلَمَاءِ سب لوگوں میں سے بُرے بُرے عالم ہیں۔ اور سب خلقت سے اچھے اچھے عالم ہیں۔

دوسری التماس یہ ہے کہ بعض عتیں آمادہ کرتی ہیں کہ اپنے آپ کو لشکر میں پہنچائے۔ لیکن ماہ مبارک رمضان کے نزدیک آنے کے باعث حضرت دہلی میں ٹھہرنے کا اتفاق ہو گیا ہے۔ انشاء اللہ اس مبارک مہینے کے گزرنے کے بعد ان عزیزینوں کی خدمت میں حاضر ہو جائے گا۔ والسلام۔

مکتوب نمبر ۱۹۵

شریعت کی ترقی پر ترغیب دینے اور اسلام اور اہل اسلام کی کمزوری پر افسوس ظاہر کرنے کے بیان میں صدر جہاں کی طرف صادر فرمایا :

سَلَامُكُمْ بِاللّٰهِ وَ اَبْنَاكُمْ حَقِّ تَعَالٰی اُپ کو سلامت اور باقی رکھے۔ پادشاہوں کا احسان چو کہ مقام خلقت پر ہے اس لئے مخلوقات کے دل اس مضمون کے موافق کہ جُعِلَتِ الْفَلَاحُ عَلَى حُبِّ مَنْ اَحْسَبَ اَلَيْزِمُ مخلوقات اپنے محسن کی محبت پر پیدا کی گئی ہے۔ اپنے محسنوں کی طرف مائل ہے۔ پس پادشاہوں کا جس قدر احسان عام لوگوں پر ہوتا ہے۔ اس ارتباط اور تعلق کے باعث اتنا ہی پادشاہوں کے قیام اور بُرے اخلاق اور بُرے اور بچھے عادات لوگوں میں اثر کرتے جاتے ہیں۔ اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ اَلنَّاسُ عَلَى دِينِ مُلُوكِهِمْ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہیں۔ گذشتہ زمانہ کے حالات اس بات کے مصداق ہیں۔

اب جب کہ سلطنتوں میں انقلاب آ گیا ہے۔ اور دشمنی اور فساد نے اہل مذہب کو بگاڑ دیا ہے۔ اسلام کے پیشواؤں یعنی بُرے وزیروں اور امیروں اور بزرگ عالموں پر لازم ہے کہ اپنی تمام ہمت کو روشن شریعت کی ترقی میں لگائیں۔ اور سب سے اقل اسلام کے گرے ہوئے ارکان کو قائم کریں۔ کیونکہ تاخیر میں خیریت ظاہر نہیں ہوتی۔ اور غریبوں کے دل اس تاخیر سے نہایت بے قرار ہیں۔ گذشتہ زمانہ کی سختیاں ابھی تک مسلمانوں کے دلوں میں برقرار ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ان کا تدارک نہ ہو سکے اور اسلام کی غربت اس سے بھی زیادہ ہو جائے۔ جب

پادشاہ سُنتِ سنیہ مصطفیٰ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی ترقی میں سرگرم نہ ہوں اور پادشاہ کے مقرب بھی اس بارہ میں اپنے آپ کو الگ رکھیں۔ اور چند روزہ زندگانی کو سزائے سمجھیں تو پھر اہل اسلام و پیادوں پر زمانہ بہت ہی تنگ ہو جائے گا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِہٖ رَاجِعُوْنَ۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔
 آنچہ از من گم شدہ گرازیلیمان گم شدے بہم سیلیمان ہم پری ہم اہرمنی بگرہ سیتے
 ترجمہ: جو چیز مجھ سے گم ہوئی ہے وہ اگر سیلیمان سے بھی گم ہو جاتی، تو سیلیمان اور یہاں اور جہنم سب دوتے۔
 صُبَّتْ عَلَیْ مَصَاصِبْ لَوْ اَنْتَہَا صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صَوْنٌ لَّیْسَ لَیْسَا
 ترجمہ: مجھ پر ایسے مصائب ٹوٹے ہیں کہ اگر وہ مصائب دنوں پر ٹوٹتے تو وہ دن راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔
 اسلامی نشاںوں میں سے ایک نشان اسلامی شہروں میں قاضیوں کا مقرر کرنا ہے۔ جو گذشتہ زمانہ میں
 محو ہو گیا تھا۔ سرہند میں جواہل اسلام کے بڑے شہروں میں سے ہے کئی سال سے کوئی قاضی نہیں۔
 حاملِ رقیہ ہذا قاضی یوسف کے باپ دادا جب سے سرہند آباد ہوتے ہیں۔ قاضی ہوتے چلے آئے ہیں۔
 چنانچہ پادشاہوں کے بہت اسنادان کے پاس ہیں۔ اور صلاح و تقویٰ سے بھی آراستہ ہے۔ اگر بہتر سمجھیں تو
 اس عظیم الشان کام کو اس کے حوالہ فرمائیں۔
 قُبِّلْنَا لِلّٰہِ مُتَحَنِّنًا وَتَعَالٰی وَاٰیَاکُمْ عَلٰی جَادَةِ الشَّرِیْعَةِ الْمُحَقَّصَةِ عَلٰی مَصْدَرِهَا الصَّلٰوۃُ
 وَ السَّلَامُ وَالْحَیَّۃُ۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو شریعتِ حق پر علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سیدھے راستے
 پر ثابت قدم رکھے۔

مکتوب نمبر ۱۹۶

منصور عرب کے نام صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ وہ راستہ جس کو ہم طے کرنے کے درپے ہیں۔ سب سات قدم ہے۔ اور ہر
 قدم پر ساک اپنے آپ سے تودر اور حق سجاد کے نزدیک جڑا جاتا ہے۔
 آپ کا مرحمت نامہ بڑے نیک وقت میں پہنچا۔ اللہ تعالیٰ کی سداور اس کا احسان ہے کہ خاص لوگ
 ہم لوگوں کی یاد سے فارغ نہیں ہیں۔ اور بزرگ لوگ غریبوں کی غمخواری سے غالی نہیں ہیں۔ جَزَاکُمُ اللّٰہُ
 سُبْحَانَهُ عَنَّا خَيْرًا الْخَزَاءِ حق تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا کرے۔

میرے مفرد ! ع

از ہر چہ میر و سخی دوست خوش تر است دوست کی بات جس طرف سے بھی ہو بہت اچھی ہے یہ راہ جس کے طے کرنے کے ہم درپے ہیں۔ سب سات قدم ہے۔ دو قدم عالم خلق سے تعلق رکھتے ہیں اور پانچ عالم امر سے۔

پہلے قدم پر جو سالک عالم امر میں رکھتا ہے تجلی افعال ظاہر ہوتی ہے۔ اور دوسرے قدم پر تجلی صفات۔ اور تیسرے قدم پر تجلیات ذاتیہ کا ظہور شروع ہونے لگتا ہے۔ پھر اس کے بعد درجہ بدرجہ ترقی ہوتی جاتی ہے۔ جیسے کہ اس محل کے جاننے والوں پر پوشیدہ نہیں لیکن یہ سب کچھ حضرت سید اولین و آخرین علیہ السلام و سلم کی متابعت پر منحصر ہے۔ اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ یہ راہ صرف دو قدم ہے۔ اس سے ان کی مراد مختصر طور پر عالم خلق اور عالم امر ہے۔ تاکہ طالبوں کی نظر میں یہ کام آسان دکھائی دے۔

ان سات قدموں میں سے ہر ایک قدم پر سالک اپنے آپ سے دُور ہوتا جاتا ہے۔ اور حق تعالیٰ کے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ اور ان قدموں کے طے کرنے کے بعد فنائے اتم ہے۔ جس پر بقا اکمل مترتب ہے۔ اور ولایت خاصہ محمدیہ علیہ السلام صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا حاصل ہونا اس فنا و بقا پر موقوف ہے۔ عطا ایں کار دولت است کنوں تا کرا و بند یہ دولت مندی کا کام ہے دیکھیں اب یہ کسے عطا کستے ہیں۔

ہم نامراد فقیروں کو اس قسم کی باتوں سے کیا مناسبت ہے۔ سوائے اس کے کہ اہل کمال کے صاف پانی سے اپنے کام و دماں کو سیراب و شیریں کریں۔

گر ندارم از شکر جسم نام بہر نہیں بے خوشش تر کہ اندر کام نہر آسمان نسبت بعرش آمد فسرود ورنہ بس عالی است پیش خاک تو ترجمہ: اگرچہ شکر سے مجھے صوف اس کا نام ہی حاصل ہے لیکن یہ اس سے بہتر ہے کہ میرے منہ میں نہر ہو۔ آسمان عرش کی نسبت نیچے ہے مگر خاک کے قونے سے بہت ہی بلند ہے۔

والسلام اولاً و آخراً

مکتوب نمبر ۱۹

پہلوان محمود کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ سعادت مند وہ ہے جس کا دل دنیا سے سرو پڑ چکا ہو۔ اور حق سبحانہ و تعالیٰ

کی محبت کی حرارت سے گرم ہو۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو راہ شریعت پر قائم رکھے۔ سعادت مند وہ ہے جس کا دل دُنیا سے سرد اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی محبت سے گرم ہو۔ دُنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ اور اسے چھوڑ دینا تمام عبادتوں کا سر ہے۔ دُنیا حق تعالیٰ کو بہت ہی ناپسند ہے۔ جب سے اُس نے اسے پیدا کیا ہے ایک بار بہ نظر شفقت اس کی طرف نہیں دیکھا۔ اور دنیا کے طالب دُور کر دینے اور نصحت کے لائق ہیں۔ اور اس نفرت و دُوری کے داغ سے داغدار ہیں۔ حدیث میں ہے۔

الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ وَمَلْعُونٌ مَن فِيهَا إِلَّا ذَكَرَ اللَّهَ (ترمذی و ابن ماجہ)
دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی مکھوٹا ہے۔ مگر اللہ کا ذکر۔

جب کہ ذکر لوگ بلکہ ان کے خدات و بورد کا ہر ذرہ اللہ سبحانہ کے ذکر سے پُر ہے تو حق تعالیٰ کا ذکر کرنے والے اس و عید و ڈانٹ سے خارج ہیں اور اہل دنیا میں شمار نہیں ہوتے۔ اس لیے کہ دنیا اس چیز کا نام ہے جو دل کو حق سبحانہ سے روکے اور اس کے غیر سے مشغول کرے۔ وہ چیز مال و اسباب کے قبضہ سے ہو خواہ مرتبہ اور سرداری کی طلب۔ اور خواہ ننگ و ناموس ہو۔
فَاَعْرِضْ عَنْهُ قَوْلِي عَنْ ذِكْرِهَا۔
اس شخص سے روگردانی کرو جو ہمارے ذکر سے

پھر چکا ہو۔

نقص قطعی ہے۔ دُنیا کی ہر چیز بلائے جان ہے۔ دنیا دار دنیا میں تو ہمیشہ تفرقہ اور پراگندگی کا شکار رہتے ہیں اور آخرت میں ندامت اور حسرت کرنے والے گروہ میں ہوں گے۔ دُنیا کے ترک کی حقیقت اس کی طرف رغبت کو ترک کرنا ہے۔ اور ترک و رغبت اس وقت حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ دُنیا کا ہونا نہ ہونا برابر ہو جائے۔ اور اس معنی کا حصول ارباب جمعیت (اولیاء کرام) کی صحبت کے بغیر مشکل اور دشوار ہے۔ ان بزرگوں کی صحبت اگر میر ہو تو اسے غنیمت جانا چاہیے اور اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دینا چاہیے۔

اور میاں شیخ منزل کی صحبت اگرچہ تمہارے لئے غنیمت ہے۔ اور ایسے نادر و جوہر بزرگ سُرُجِ گندھک سے بھی زیادہ نایاب ہیں۔ تاہم اہل کرم کا شیوہ اِثار ہے۔ یعنی دوسرے کی حاجت کو اپنی حاجت و ضرورت پر فوقیت دیتے ہیں۔ چند روز کے لئے اگر میاں شیخ منزل کو رخصت دیں تو بڑی بر محل بات ہے۔ کام سے فارغ ہونے کے بعد انشاء اللہ العزیز واپس آجائیں گے۔ اور غائبانہ اخلاص تمہارے لئے حاضر و موجودگی کی طرح کام کرتا ہے۔ زیادہ گفتگو دروہری ہے۔ اللہ سبحانہ ہمیں اور تمہیں حضور سید بشر علیہ و علیٰ آلہ وسلم الصلوٰت و التہامین اتعینا کی متابعت پر استقامت عطا کرے۔ والسلام والاکرام

مکتوب نمبر ۱۹۸

فاضلان کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ اس زمانہ میں فقراء کی دو قسموں کے ساتھ آشنائی بڑی دشواریات ہے۔

اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

دعا ہے کہ فتوحات مکملہ و صوفیائے کرام کے کلمات قدسیہ کا مطالعہ فتوحات مدنیہ (اتباع شریعت مطہرہ) کی چابی اور موجب بنے۔ بحر متہ النبی وآلہ الامجاد علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات۔ آپ کا التفات نامہ گرامی جو فقراء کے نام لکھا تھا موصول ہو کر زیادتی محبت کا باعث ہوا۔ تمہیں بشارت ہو، پھر بشارت ہو۔ مخدوم گرامی اس زمانہ میں فقراء کے لئے دو قسموں کے ساتھ آشنائی اور تعارف پیدا کرنا بہت مشکل ہے۔ اگر فقراء لکھنے اور کہنے میں قراض اور حُسن خلق اختیار کریں۔ جو فقر کے لوازمات میں سے ہے۔ تو کوثر ہدیہ لوگ بدظنی کے تحت یہ گمان کرتے ہیں کہ فقراء لوگ لالچی اور محتاج ہیں۔ اس بدظنی میں اپنی دنیا اور آخرت کا نقصان کر بیٹھتے ہیں۔ اور ان بزرگوں کے کمالات سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اور اگر فقراء لوگ بے نیازی کا سلوک کرتے ہیں جبکہ وہ بھی لوازمات فقر سے ہے تو کم فہم لوگ اپنے اوپر قیاس کر کے اسے بدظنی قرار دیتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں فقیہ اور دولہا بھی مشکب اور بدخلق ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ استغنا اور بے نیازی بھی فقر کے لوازمات میں سے ہے۔ کیونکہ ضعیف کا جمع ہونا اس جگہ محال نہیں رہا۔ ابو سعید خدری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے رب کو جمع اضداد سے پہچانا۔ اگرچہ مدعیان عقل و فکر اس منقذ کو تسلیم نہیں کرتے۔ اور محال قرار دیتے ہیں۔ لیکن ان کا تسلیم نہ کرنا کچھ علم کی بات نہیں۔ کیونکہ ولایت کا مقام ان کی عقل و نظر سے بلند تر ہے۔ باقی حالات میرے صاحب اور مولانا صاحب تفصیل سے عرض کر دیں گے۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔ اور ہر منبع ہدایت پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

مکتوب نمبر ۱۹۹

مکرمہ امین کا بلی کی طرف صادر فرمایا:

ورد اور مشغولی کے قبول فرمانے میں جس کا انہوں نے اظہار کیا تھا۔

مبارک خط جو محبت و اخلاص کی زیادتی سے بھرا ہوا اور دوستی و خلوص پر مشتمل تھا۔ پہنچا اور خوشی کا باعث ہوا۔ حق تعالیٰ آپ کو عافیت بخشے۔ آپ نے چونکہ کسی درد کی طلب ظاہر کی تھی۔ اس لئے برادر سعادتمند مولانا محمد صدیقی کو بھیجا گیا ہے۔ تاکہ اس طریقہ علیہ کے ذکر میں آپ کو مشغول کریں۔ اور جو کچھ فرمائیں اس کے بجالانے میں بڑی کوشش کریں۔ امید ہے کہ بہت فائدے حاصل ہوں گے۔ چونکہ ذکر کا تعلیق کرنا صرف لکھنے ہی سے کافی نہ تھا اور حضور اور صحبت سے تعلقی رکھتا تھا۔ اس لئے برادر مذکور کو بھیجے کی تکلیف دی گئی ہے۔ والسلام

مکتوب نمبر ۲

علامہ شمس الدین عظیمی کی طرف صادر فرمایا:

نعمات کی مشکل عبارتوں کے حل کرنے میں جہی کی تشریح طلب کی گئی تھی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّہٖ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ عَلَی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَحَیَّ اَیُّہَا الطَّاهِرِیْنَ
تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں اور حضور سید المرسلین اور ان کی آل پاک پر صلوٰۃ و سلام کا نزول ہوتا رہے۔

آپ نے فرمایا تھا کہ نعمات کی وہ عبارات جو مغلی اور مشکل ہیں ان کی تشریح کی جائے اس بنا پر چونکہ لکھنے کی جرات کی ہے۔

میرے مخدوم و مکرم! عین القضاۃ بھائی رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں کا حال بیان کرتے ہوئے جو بغیر کسی رہبر کے نہ چلے ہوئے راستے پر پہنچے، فرماتے ہیں کہ ان میں سے بعض کو مغربی نے اپنی پناہ میں نگاہ رکھا اور مستحق ان کے سر کی سائبان ہو گئی اور جو باتیں تمہارا اس کے سر کو قطع کر دیا۔

راہِ مسلوک (جاری) سے مراد واللہ اعلم سلوک کا راستہ اور دس مشہور مقامات کا ترتیب وار اور مفصل طور پر طے کرنا ہے۔ اور اس راستے میں نفس کا تزکیہ قلب کے تصفیہ پر مقدم ہے۔ اور اس میں انا بت و قربہ ہدایت کی شرط ہے۔ اور راہِ نامسلوک سے مراد فقرہ اور محبت کا راستہ ہے۔ اور اس میں تصفیہ قلب تزکیہ نفس

لے آپ کی کنیت ابراہیم الفاضل اور نام عبداللہ بن محمد الیاسی ہے بقلب میں القضاۃ ہے آپ شیخ محمد بن حمویہ اور شیخ احمد غزالی کی صحبت میں رہے ہیں۔ آپ کے صوری اور معنوی کمالات و فضائل آپ کی تصنیفات سے ظاہر ہیں جس قدر کشف حقائق آپ نے کیا ہے کم ہی کسی اور بزرگ نے کیا ہوگا۔ آپ صاحب کلمات بزرگ تھے۔
(نعمات الانس)

پر مقدم ہے۔ اور یہ اجتہاد کا راستہ ہے جس میں انابت و توبہ کی شرائط نہیں۔ اور یہ راستہ محبوبوں اور مرادوں کا راستہ ہے برخلاف پہلے راستے کے کہ وہ مجبوں اور مریدوں کا راستہ ہے۔

تو ان میں سے بعض جو قوت جذبہ اور محبت کا غلبہ رکھ مغلوبی اور مستی سے یہی مراد ہے، رکھتے تھے۔ آفاقی اور انفسی یعنی ظاہری اور باطنی شیطانوں کی شرارت سے محفوظ رہے۔ اور ان کے بہکانے اور گمراہ کرنے سے بچے رہے۔ اگرچہ ان کا کوئی رہبر نہ تھا۔ لیکن فیصلہ ایزدی نے ان کی رہبری کی اور ان کو مطلوب حقیقی تک پہنچا دیا۔ اور ان میں سے جو باقیہ تھا یعنی جذبہ کی قوت نہ رکھتا تھا۔ اور محبت کا غلبہ اس کے حق میں مفقود تھا۔ چونکہ کوئی اس کا رہبر نہ تھا اس لئے دینی کے دشمنوں نے اس کو راستہ سے بہکا دیا۔ اور اس کو ہلاک کر دیا۔ اور اسے دائمی موت میں گرفتار کر دیا۔

اور مغلوبوں کے وہ دو ترک تھے جن کی نسبت حسین قصاب نے رمز و اشارہ سے حکایت کی ہے کہ ”میں ایک بڑے قافلہ کے ساتھ ایک راستہ میں جا رہا تھا کہ اچانک اس قافلہ سے دو ترک بابر نکل گئے اور ہر سوک راستہ کو اختیار کیا۔ غرض وہ راستہ جس پر بڑا قافلہ جا رہا تھا۔ وہ راہ سلوک ہے جو دس مشہور مقامات کو مفصل اور ترتیب وار قطع کرنے سے ملے ہوتا ہے۔ کیونکہ اکثر مشائخ خاص کر متقدمین اسی راستے سے اپنے مقصد تک پہنچے ہیں۔ اور غیر جاری راستہ جو ان دونوں ترکوں نے اختیار کیا۔ اور حسین قصاب نے اس راہ میں ان کی متابعت کی۔ وہ جذبہ اور محبت کا راستہ ہے جو اس مشہور اور جاری راہ کی نسبت وصول الی اللہ کے بہت نزدیک ہے۔ اور اس راہ کا مقدمہ لذت اور آرام پانا ہے۔ جو جس سے بے حس ہونے اور شعور سے بے شعور ہونے کا باعث ہے۔ اور اس حالت سے لات مراد لی ہے۔ اور جب غفلت سے یہ بے حس اور بے شعور ہونا حق تعالیٰ کے حضور اور شعور کو شامل ہے۔ تو اس حضور اور شعور کو چاند کے لفظ سے بیان فرمایا۔

یہ مقام کچھ شرح چاہتا ہے گوش ہوش سے سن چاہیے کہ جسد کا مدبر و روح ہے۔ اور قالب کا مربی قلب ہے۔ تو اسے جسدی قوت روحانی سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور جسمانی حواس قلب کی فورانیت سے مستفاد ہیں۔ پس ناپار حق تعالیٰ کی پاک جناب کی طرف قلب اور روح کو توجہ کرنے کے وقت جو طریق جذبہ میں لازم ہے۔ ابتدائے حال میں کہ کمی اور نقص کا وقت ہے جسد کی تدبیر اور قالب کی تربیت میں فتور پڑ جاتا ہے۔ جو جس کے بیکار ہونے اور شعور سے بیخبر ہونے کا باعث ہو جاتا ہے۔ اور قوے اور اعضا کی سستی تک پہنچا دیتا۔ اور بے اختیار زمین پر سلا دیتا ہے۔

اس حالت کو شیخ اجل شیخ محمد الدین بن عربی قدس سرہ نے فتوحات مکئیہ میں سماع روحی سے تعبیر کیا ہے۔ اور وہ سماع جس میں حرکت و دوری اور نقص ہے اس کو طبعی سماع کہا ہے۔ اور اس سے منع کرنے

میں بڑا مبالغہ کیا۔ پس ثابت ہوا کہ ظاہری غیبت باطنی حضور کو شامل ہے اور جسد کا جیس ہونا شعور و روحی پر مشتمل ہے۔ جس کی تعبیر چاند سے مناسب ہے۔ اب ہم پھر اصل بات کو بیان کرتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ چاند کا سیاہ بادل میں چھپ جانے سے مراد صفات بشریہ کا ظہور ہے۔ جو ہندیوں کے اس حضور و آگاہی کو پردہ میں چھپا لیتا ہے۔ اور یہ پردہ میں آجانب اور میانی حالات تک ہی ہے۔ کیونکہ ابتدا سے گورکھ درمیان میں آجانبے والوں کے لئے پوری پوشیدگی نہیں ہوتی صرف کچھ قدرے ہوتی ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ انہی معنوں سے کہا ہے کہ جب آدمی لات ہوتی پھر چاند بادل سے نکلا اور ان دو جو افرادوں کے قدموں کے نشان کو میں نے پھر معلوم کیا۔ کیونکہ حالت بسط میں جو حضور و آگاہی کا وقت ہے راستہ روشن ہو جاتا ہے اور مسافت زیادہ طے کی جاتی ہے۔ جب صبح ہوتی یعنی وہ غیبت و ذہول دور ہو گیا اور وہ حضور و آگاہی زیادہ ہو گئی۔ اور عشق کی توجہ کے ساتھ جمع ہوئی۔ اس حضور کا کیا یہ آفتاب طلوع ہونے سے کیا ہے۔ اور پہاڑ سے مراد بشریت کا وجود ہے جو اس وقت پر ظاہر کیا گیا۔ کیونکہ اس راستے میں نفس کا تزکیہ قلب کے تصفیہ کے بعد ہے۔ اور چونکہ وہ دونوں ترک قوت جذبہ اور محبت کا غلبہ رکھتے تھے۔ اس لئے بہادر و پاک کی طرح بشریت کے پہاڑ پر چڑھ گئے اور ایک دم میں اُس کے اوپر جا پہنچے۔ اور ایک قسم کی فنا سے مشرف ہوئے۔ اور حسین قصاب میں چونکہ اس طرح کے جذبہ کی قوت نہ تھی۔ بڑی محنت سے اس پہاڑ پر چڑھا۔ لیکن وہ بھی ان ترکوں کی متابعت کی برکت سے میسر ہوا۔ ورنہ اس کا سر اڑا دیتے اور ہلاک کر دیتے۔

لشکر گاہ ایمان ثابتہ کے مرتبہ سے مراد ہے جو حقائق امکانی کے قیانات اور وجودی علمی تعین کا جامع ہے کہ بے نہایت خیمے ان قیانات سے کنایہ ہے۔ اور ان کے درمیان ایک بڑا خیمہ جس کو سلطانی خیمہ کہا۔ اس سے تعین علمی وجودی کی طرف اشارہ ہے۔ اور جب حسین قصاب نے سنا کہ وہ سلطانی خیمہ ہے تو خیال کیا کہ اب مطلب کو پہنچ گیا۔ چاہا کہ سکر مستی کی سواری سے جس کی مدد کے بغیر یہ راہ طے نہیں ہو سکتا۔ نیچے اترے اور مطلوب کو پا کر آرام کرے۔ ابھی دایاں پاؤں رجوع سے مڑا ہے کیونکہ اس راہ نامسلوک میں قلب و روح کے پاؤں سے چلتے ہیں نہ علم و عمل کے پاؤں سے کیونکہ یہ راہ سلوک سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور اول چیز جو مستی سے نکلتی ہے یہی رجوع ہے اور پھر قلب نکلتا ہے جس سے مراد بایاں پاؤں ہے، رکاب سے نکلا ہی تھا کہ اس کے کان میں لہا دم پہنچا کہ سلطان خیمہ میں نہیں ہے۔ اور واقعی اسی طرح ہے۔ اور حسین قصاب چونکہ جذبہ کی قوت نہ رکھتا تھا۔ تھوڑی سی بشارت سن کر مستی سے نکل آیا۔ اور وہ دو ترک چونکہ جذبہ قوی اور غلبہ محبت رکھتے تھے۔ اس قسم کی بشارتوں پر فریفتہ نہ ہوئے۔ اور بہادر و پاک کی طرح اوپر چڑھ گئے۔ حسین قصاب اگر نہ ار سال تک بھی انتظار کرے ہرگز سلطان کو خیمہ میں نہ پائے گا۔ کیونکہ وہ راعا الورا ہے۔

قولہ: گھوڑے پر چڑھ کر شکار کو گیا ہے۔ یعنی خوبصورت مغربوں اور جلوہ گاہوں پر بیٹھا ہے۔ اور عاشقوں کے دلوں کو شکار کر رہا ہے۔ یہ آواز اور یہ بات حسین نقاب کے فہم و سمجھ کے موافق تھی۔ جو تنزل کے طور پر اس سے کہی گئی۔ ورنہ جس جگہ وہ ذات تعالیٰ و تقدس ہے وہاں بیٹھنا اور شکار کے لیے جانا کچھ معنی نہیں رکھتا۔
لاہو ہوا ناں سرائے روز بھی ہاز گشتند و حیب و کیسہ تہی

ترجمہ: لوگ لاہو و معرفت کی پربونق سرائے حیب اور کیسہ خالی لے کر واپس لوٹ آئے۔
اس عبارت سے ایک اور معنی دل سست میں آئے جو مقام تعز و اکبر یا بی کے مناسب ہیں۔ اگرچہ یہ معنی بھی اس پاک بارگاہ جل شانہ کے لائق نہیں ہیں۔ لیکن دوسرے معنوں سے زیادہ بہتر اور مناسب ہیں۔
اور وہ معنی یہ ہیں کہ وہ وحدت پر جو تعین اول ہے اور مرتبہ واحدیت سے بڑھ کر ہے، بیٹھا ہے اور چونکہ مرتبہ وحدت میں تمام علمی اور عینی تعینات کا استہلاک اور فنا ہے۔ اس لئے شکار کو جو وحش و طیور کے ہلاک کا باعث ہے۔ اس مقام کے مناسب جان کر شکار کے لئے گیا ہوا فرمایا:

شیخ محمد معشوق طوسی اور امیر علی عبود بادشاہ کی شکار گاہ میں پہنچ گئے اور اس کا شکار ہو گئے۔ لیکن معشوق طوسی زیادہ آگے اور زیادہ قریب ہے۔ اور حسین نقاب پادشاہ کے واپس آنے کی امید پر واحدیت کے خیال میں رہا۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ اَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْمُرَادِ وَمَا فِيهِ مِنَ الْقَوَائِدِ وَالْاَسَادِ اور حقیقت مراد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور اس میں بہتری اور صواب اُسی کو معلوم ہے۔

میر نے مخدوم طریقہ نقشبندیہ قدس سرہم کے بزرگواروں نے اسی نامسلوک راستہ کو اختیار کیا ہے۔ اور یہ غیر مقررہ رستہ ان بزرگانوں کے طریقے میں مقررہ راہ بن گیا ہے۔ اور بے ہمتار لوگوں کو اسی راہ سے توجہ و تفرق کے ساتھ مطلب تک پہنچاتے ہیں۔ اس طریق کے لئے وصول لازم ہے۔ بشرطیکہ یہ مقتداء کے آداب کو مدنظر رکھا جائے۔ کیونکہ اس طریق میں بوڑھے اور جوان اور عورتیں اور بچے وصول میں برابر ہیں۔ بلکہ مڑے بھی اس دولت سے امیدوار ہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ میں نے حق تعالیٰ سے ایسا طریق مانگا ہے جو بلا شبہ مطلوب تک پہنچانے والا ہے۔

اور حضرت علامہ ابن عطاء قدس سرہ نے جو خواجہ نقشبند کے خلیفہ اول میں اس معنی کی وضاحت کے طور پر یہ شعر پڑھا ہے :-

مگر انگشتی دل دربانِ دواز قفل جہاں را ہمہ بکشادے

ترجمہ: اگر راز و بصید کے دربان کا دل ٹوٹنے کا خدشہ نہ ہوتا تو میں تمام جہان کے تلسے کھول دیتا

ثَبَّتْنَا لِلّٰهِ سُبْحَانَهُ عَلَىٰ طَرِيقَةٍ هُوَ لَا يَعْلَمُهَا كَابَرِ اللّٰهِ تَعَالٰی ہم کو ان بزرگواروں کے طریقہ پر ثابت قدم رکھے۔

مکتوب نمبر ۲۰۱

ایک استفسار کے جواب میں کوچک بیگ حساری کی طرف لکھا ہے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الْاَتْقِیِّیْنَ اَمِیْرُ عَلَیِّیْنَ اللّٰہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔ جناب کوچک بیگ حساری نے پوچھا ہے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ علوم سب کے سب دو تین حرفوں میں مندرج ہیں۔ اس بات کا یقین کریں یا نہ کریں ؟ اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ ظاہر اس شخص نے علم و سماع اور کتابوں کے مطالعہ کی رُو سے کہا ہو گا۔ کیونکہ متقدمین بزرگوں سے اس قسم کی باتیں سرنو ہوئی ہیں۔ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ تمام علوم بسم اللہ کی بائیں مندرج ہیں۔ بلکہ اس باکے نقطہ میں۔ اور اگر وہ شخص اس بات میں کشف کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا امر و دعویٰ سے خالی نہیں۔ اگر وہ یہ کہے کہ مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ تمام علوم دو تین حرفوں میں عام طور پر مندرج ہیں۔ خواہ ان دو تین حرفوں کو اس کے معلوم کے ساتھ مخصوص کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ تو صدق کا احتمال رکھتا ہے۔ اور اگر کہے کہ سب علوم کو دو تین حرفوں کے ضمن میں مجھ پر کشف کیا ہے۔ اور ان دو تین حرفوں کے صفحہ میں تمام علوم کا مطالعہ کرتا ہوں۔ تو وہ جھوٹا مدعی ہے۔ اس بات کا یقین نہ کرنا چاہیے۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ مِّنَ اَتْبَاعِ الْاَمْدِ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ مِّنَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ السَّلٰوٰتِ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ مِّنَ اَتْمَمٰہَا وَاَتْمَمٰہَا اور سلام ہر اس شخص پر جس نے ہدایت کی راہ پر چلنے کی اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب نمبر ۲۰۲

میرزا فتح اللہ خاں کی طرف صادر فرمایا :

ان لوگوں کے حال پر افسوس کہنے میں جنہوں نے اپنے آپ کو ان بزرگوں کی عقیدت کی دڑی میں پرویا اور پھر ملا و جہان بزرگواروں سے قطع تعلق کر لیا۔

ثَبَّتْنَا لِلّٰهِ وَاِنَّا کُمْ عَلٰی الطَّرِیْقَةِ الْمُسْتَقِیْمَةِ الْمُرْتَبِیَّةِ الْمُصْطَفَوِیَّةِ عَلٰی صَاحِبِہَا

الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَالْحَيَّةُ۔ حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو حضرت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پسندیدہ اور سیدے راستہ میں ثابت قدم رکھے۔

ایک دن مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم کی غیرت کی نسبت گفتگو ہو رہی تھی کہ اس اثنائیں اس بات کا بھی ذکر درمیان آیا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہو گا، جنہوں نے اپنے آپ کو ان بزرگواروں کی جماعت میں داخل کیا ہے یا ان کے ضمن میں اپنے آپ کو لائے ہیں۔ اور انہوں نے قبول فرمایا ہے۔ اور پھر بلاوجہ دوسرے سبب ان بزرگواروں سے تعلق کاٹ لیا۔ اور ان دکان سے دوسرے کے دامن کو جاکھڑا ہے۔ اس ضمن میں آپ کا اور قاضی سنام کا بھی ذکر ہوا تھا۔ یہ بات ٹھیک معلوم نہیں شاید ایک لمحہ تک ہوتی رہی ہوگی۔ اور وہ بھی خاص موقع پر مبنی تھی۔ بعد ازاں خدا نہ کرے کہ فقیہ نے کسی مسلمان کو تکلیف دینے کا ارادہ کیا ہو یا دل میں کینہ چھپا رکھا ہو۔ اپنی خاطر شریف کو اس بات سے جمع رکھیں۔

آپ کو معلوم ہو گا کہ ہمارا طریق دعوت اسامہ کا طریق نہیں ہے۔ اس طریقہ کے بزرگواروں نے ان اسامہ کے سببی میں فنا ہونا اختیار کیا ہے۔ اور ابتداء ہی سے ان کی توجہ احدیت صرف کی طرف ہے۔ اور اسم و صفت سے سوائے ذات کے اور کچھ نہیں چاہتے۔ یہی وجہ ہے کہ اوروں کی نہایت ان کی ہدایت میں مندرج ہے۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا میرے باغ سے میری بہار کا اندازہ کر لو

اب چونکہ اس تذکرہ نے پیشہ نقلوں کی وجہ سے ایک نئی صورت پیدا کر لی ہے۔ اور یہاں تک قربت پہنچ گئی ہے کہ اس طرف سے کسی قسم کی وہمی باتیں پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے ان کے دفع کرنے کے لئے یہ چند کلمے لکھنے کی جرأت کی۔ آپ کی آشنائی سے کچھ زیادہ نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی آپ کی نا آشنائی سے کچھ نقصان پہنچتا ہے۔ صرف آپ کی خیر خواہی ملحوظ و منظور تھی۔ لیکن اَلرَّاضِیُّ بِالْقَضَاءِ لَا یَسْتَحِیُّ النَّظَرَ جبر اپنے ضرر پر آپ راضی ہو وہ شفقت و مہربانی کا مستحق نہیں ہوتا مثل مشہور ہے۔ یقیناً جان لیں کہ اس فقیر نے آپ کے ضرر کا ارادہ نہیں کیا۔ اور نہ ہی انشاء اللہ تعالیٰ کرے گا۔ وہ تو صرف ایک بات تھی جو اردو غیرت کے جو درویشوں کو ہونی چاہیے۔ مناسب موقع پر کہی گئی تھی۔ دل میں کسی قسم کے فکر کو دخل نہ دیں۔

دوسرے یہ کہ وہ شخص جو اپنے آپ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل جانتے اس کا امر و معال سے خالی نہیں ہے یا وہ زندگی محض ہے یا جاہل مروت۔ چند سال ہوئے کہ اس فقیر نے اس سے پہلے بھی فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کے بارہ میں ایک مکتوب آپ کی طرف لکھا تھا پھر تعجب کی بات ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد بھی آپ اس قسم کی باتیں پسند کرتے ہیں۔ وہ شخص جو حضرت امیر رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل کہے۔ اہل سنت و جماعت کے گروہ سے نکل جاتا ہے تو پھر اس شخص کا کیا حال ہے جو اپنے

آپ کو افضل جانے۔ اور اس گروہ میں یہ بات مقرر ہے کہ اگر کوئی سالک اپنے آپ کو خفیس کہتے سے بہتر جانے تو وہ ان بزرگوں کے کمالات سے محروم ہے۔

سلف کا اجماع اس بات پر منعقد ہو چکا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ تمام انسانوں سے افضل ہیں۔ وہ بڑا ہی احمق ہے جو اس اجماع کے برخلاف کرے۔

اس فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے کہ امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل وحشی جو ایک مرتبہ خیر البشر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی پہنچا۔ اویس قرنی سے جو خیر القابین میں کئی درجے بہتر ہے۔ پس ایسے شخص کے حق میں اس قسم کی باتوں کا خیال کرنا عقل ووراندیش سے دور ہے جس عبارت ہے لوگوں کے دلوں میں یہ وہم پیدا ہوا ہے۔ اس کو غور سے دیکھنا چاہیے۔ اور اصل معاملہ کو سمجھنا چاہیے۔ مرن حامدوں کی تقلید کرنی مناسب نہیں۔ حالانکہ مشائخ نے غلبہ شکر میں بہت نامناسب باتیں کہی ہیں۔ چنانچہ شیخ بسطام فرماتے ہیں لَوْ اَنَّی اَزْهَقَ مِنْ لَوَاۤءِ مُحَمَّدٍ مِیْلًا جَهَنَّمَ اَحْمَدُ کے جھنڈے سے بلند ہے۔ تو ایسی باتوں سے افضل ہونے کا گمان نہیں کر سکتے کہ یہ عین بے دینی ہے۔ اور فقیر کی کلام میں تو اس قسم کی باتوں کا ذکر تک بھی نہیں ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر ۲۰۳

طاحسینی کی طرف صادر فرمایا:

اس بزرگ گروہ کی محبت کی ترغیب میں اور اس بیان میں کہ ان کا ہمنشین بد بختی سے محفوظ ہے

اور اس کے مناسب بیان میں۔

اَحْسَنَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَحْذَا الْكُفْرَ وَاَصْلَحَ اَعْمَالُ الْكُفْرَ وَاَمَّا لَكُمْ اللّٰهُ تَعَالٰی اَبَیْ اَحْذَا الْكُفْرَ وَاَصْلَحَ اَعْمَالُ الْكُفْرَ اور آپ کے اعمال اور امیدوں کو نیک کرے۔

آپ کا مکتوب شریف جو فقرہ اس کی محبت سے خبر دے رہا تھا اس کے پہنچنے سے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ حق تعالیٰ اس بلند گروہ کی محبت کو دن بدن زیادہ کرے۔ اور ان کی نسبت نیاز مندی کو سرمایہ روزگار بنائے اَلْمُتَرَمِّحُ مَنِ احْتَبَّ کے بموجب ان کا محبوب انہی کے ساتھ ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہمنشین بد بخت

نہیں ہوتا۔

حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے کہ اعمال مکلفین والے فرشتوں کے سوا خدا نے تعالےٰ کے چند ایسے فرشتے ہیں جو راستوں اور بانزاروں میں اہل ذکر کی تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ جب وہ ذاکروں کے گروہ کو کہیں ذکر کرتے ہوئے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ آؤ تمہارا مطلب حاصل ہو گیا۔ پس جمع ہو کر اپنے پرہوں سے ان کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ جب وہ ذکر سے فارغ ہوتے ہیں تو فرشتے آسمان پر جاتے ہیں۔ پس حق تعالےٰ مالانکہ اپنے بندوں کے حال کو بخوبی جانتا ہے، فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کیسے دیکھا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ خدا یا تیری حمد و ثنا کرتے تھے۔ اور تجھ کو بزرگی سے یاد کرتے تھے اور تجھ کو تمام عیوب اور نقصان سے پاک بیان کرتے تھے۔ خدا نے تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں دیکھا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھیں تو پھر ان کا کیا حال ہو۔ مگر عرض کرتے ہیں کہ پھر اس سے زیادہ بزرگی اور پاکیزگی سے یاد کریں۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مجھ سے کیا طلب کرتے تھے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ بہشت مانگتے تھے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے بہشت کو دیکھا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ نہیں دیکھا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ بہشت کو دیکھ لیں تو پھر ان کا کیا حال ہو۔ فرشتے عرض کرتے ہیں پھر اس سے زیادہ اس کی طلب اور حرص کریں۔ پھر حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ کس چیز سے ڈرتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ دوزخ سے ڈرتے تھے۔ اور تجھ سے پناہ مانگتے تھے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ پھر اس سے زیادہ پناہ مانگیں۔ اور اس سے زیادہ ڈریں اور بھاگیں۔ پھر حق تعالیٰ فرماتا ہے فرشتوں کو کہ تم گواہ رہو میں نے سب کو بخش دیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں یا رب اس ذکر کی مجلس میں فلاں آدمی ذکر کے لئے نہیں آیا تھا۔ بلکہ کسی دنیاوی حاجت کے لئے آیا تھا اور ان میں بیٹھ گیا تھا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ انا جلیس میں ذکر فرماتے ہیں اس کا ہم نہیں ہوں جس نے میرا ذکر کیا اسے جو جب میرے ایسے ہمیشگی ہیں۔ ان کا ہمیشہ بہشت نہیں ہوتا۔

لہ بخاری و مسلم شریف بروایت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۴۱۱ لے بخاری شریف بروایت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ
کہ حضور ﷺ الثقلیں الشیعہ محمدی اللہ بن عبد القادر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ شعر

انا من رجال لا یخاف جلیسہم ریب الزمان ولا یوری ما یرہب

ترجمہ: میں ان لوگوں میں سے ہوں جن کے ہمیشہ کو زمانے کے حوادث کا کوئی ڈر نہیں۔ اور وہ کوئی ڈر
کی چیز دیکھے گا۔

اس حدیث اور پہلی حدیث اَلْمُرُوءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ سے لازم آتا ہے کہ ان کے محب ان کے ساتھیوں اور جو کوئی ان کے ساتھ ہے وہ بد بخت نہیں ہوتا۔

ثَبَّتْنَا لِلَّهِ مَبِيعَانَهُ وَإِيَّاكُمْ عَلَى مَحَبَّةٍ هُوَ لَا يَزَالُ يَجْعَلُ مَحَبَّةَ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الْهَاشِمِيِّ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِلَهٍ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامَاتِ وَالنَّيْلِيَّاتِ وَالنَّجِيَّاتِ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُونَ وَكُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ انْغَافَلُونَ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم کو ان بزرگوں کی محبت پر ثابت قدم رکھے بحرمت النبی الامی الهاشمی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام جب تک ذکر کرنے والے اس کا ذکر کریں اور غافل اس کے ذکر سے غافل رہیں۔

اور جو آپ نے اپنے احوال کی نسبت شیخ الدواد کے مکتوب میں لکھا تھا۔ اس قسم کی نیستی اور گم ہونا بہت ظاہروں پر ظاہر ہوتا ہے۔ اپنی ہمت بند رکھیں اور جو کچھ حاصل ہو۔ اُس پر قناعت نہ کریں۔ بس ہر رنگ است یار و خواہ لے دل قانع نشوی ہرنگ ناگاہ لے دل

ترجمہ: دل کو چاہئے والا یا بہت بے رنگ ہے۔ لے دل اچانک کسی رنگ پر قناعت نہ کر لینا ۱۴

اس گروہ کی محبت نہایت ضروری ہے حق تعالیٰ ان لوگوں کی صحبت میں داخل کرے۔ ۵۰

گردشاں گرد گئے کم رسد بوسے رسد گر چہ بوسے ہم نباشد رویت ایشان بس است

ترجمہ: مستوں کے گرد گھومتے رہو اگر ان سے شراب نہیں لے گی بُر تو ضرور پیچھے گی۔ اور اگر بُر بھی نہ پیچھے تو ان کو

دیکھ لینا ہی کافی ہے۔

اسی طریق پر جو حضرت قید گاہی خواجہ عبدالباقی قدس سرہ سے اخذ کیا ہے۔ اللہ کے اسم مبارک کو کامل توجہ کے بعد بیچونی اور بیچونگی کے معنی سے دل میں گزاریں۔ اور حاضر و ناظر کے معنی کا تصور نہ کریں۔ بلکہ کسی صفت کو ملحوظ نہ رکھیں۔ اسی اسم مبارک کو اچھی توجہ کے بعد ہمیشہ دل میں حاضر رکھیں بعض ضروری باتیں حضور و صحبت پر منحصر ہیں۔ اگر ملاقات کمیسر ہوئی تو بیان کی جائیں گی۔ ملاقات کے وقت تک تازہ احوال لکھتے رہیں۔ کیونکہ ان کا مطالعہ غائبانہ توجہ کا باعث ہوتا ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر ۲۰۴

میر محمد نعمان بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ اہل خیران کے طعنوں سے رنج محسوس نہ کریں اور جو کام درپیش ہے اُس میں

مشغول رہیں اور دوستوں کی جمعیت اور ترقیوں کے حاصل ہونے میں کوشش مہاری رکھیں۔

جناب میر نعمان اہل خیران کی پریشان باتوں سے رنج نہ اٹھائیں۔ قُلْ كَلَّ يَعْمَلُ عِلَالًا شَاحِلَتِهِمْ کہ ہر ایک اپنی طرز پر کام کرتا ہے۔ آپ کو لائق ہے کہ ان کے بدلے اور کمالات کے درپے نہ ہوں۔ وروغ کو کبھی فروغ نہیں ہے۔ ان کی مناقض باتیں ہی ان کے بازار کی رونق کو کم کر دیں گی۔ لَئِنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نَصْرًا فَمَا لَهُ مِنْ نَاصِرٍ جس کے لئے اللہ نے کوئی نور نہیں بنایا اُس کے لئے کوئی نور نہیں۔ وہ شغل جو درپیش ہے اس میں کوشش کریں۔ اور اس کے غیر سے آنکھ بند کر لیں۔ قُلْ اللَّهُ شَمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ کہ اللہ پھر چھوڑے ان کو تاکہ اپنی بیہودہ باتوں میں لگے رہیں۔

آخری محمد صادق وقت پر آپہنچے۔ عشرہ احکامات اتفاق سے بجالائے۔ اور فقرات اور واردات تازہ سے مشرف ہوئے۔ الحمد للہ کہ تمام دوستوں کے اوقات جمعیت سے گزرے ہیں۔ اور پے درپے ترقیاں حاصل ہو رہی ہیں۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

وَعَلَى اللَّهِ تَعَالَى خَلْقِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ وَبَارِكْ عَلَيْهِمْ وَعَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ

مکتوب نمبر ۲۰۵

خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف لکھا:

اس بیان میں کہ اصلی مقصود صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال متابعت سے مشرف فرمائے۔

کیونکہ صدیقین کی اصلی غرض اور مقصود یہی ہے۔ اور اس کے سوا سب کچھ بھوئے وجم اور بیہودہ خیالات ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کو اور ہم کو ان سے بچائے۔ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى وَالْتَّوَكُّلُ مَتَابَعَةُ الْمُصْطَفَى عَلَيْهِ وَحَلَى إِلَه الصَّلَوَاتِ وَالسَّلَامَاتِ دَائِمًا۔ اور سلام ہو اُس شخص پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور حضرت مصطفیٰ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کو ہمیشہ لازم کر لیا۔

مکتوب نمبر ۲۰۶

خواجہ الغفور سمرقندی کی طرف لکھا:

دنیا اور اس کے ناز و نعمت میں گرفتار ہونے کی برائی میں۔

اَللّٰهُمَّ يَنْتَهِنَا قَبْلَ اَنْ يَنْتَهِنَا الْمَوْتُ بِحُوسَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم
وَعَلَيْهِمُ الصَّلَاٰتُ وَالسَّلَامَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ وَآمَنُوكُمْ وَاَفْضَلُهَا يَا اَللّٰهُ تَوَهَّمْ كَوْنِ الْمُرْسَلِيْنَ صَلَواتُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم
وَسَلَامُہُمْ عَلَیْہِمْ اَلگاہ کرے چیرا اس کے کہ ہم کو موت آگاہ کرے۔

آپ کا شریف اور لطیف خط جو اس دور افتادہ حقیر کے نام لکھا ہوا تھا پہنچ کر بڑی خوشی کا باعث ہوا۔
جَزَا اللّٰہُ عَنَّا خَيْرَ الْجَزَاۃِ اللّٰہُ تَعَالٰی آپ کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

میں بھائی! آدمی کو چرب اور لذیذ کھانوں اور نفیس اور دیدہ زیب کپڑوں کے لئے دنیا میں نہیں لائے۔
اور عیش و عشرت اور کھیل کود کے لئے پیدا نہیں کیا۔ بلکہ انسان کے پیدا کرنے سے مقصود اس کی ذلت و انکسار
اور عاجز و محتاجی ہے جو بندگی کی حقیقت ہے۔ لیکن وہ انکسار اور احتیاج جس کا شریعت مصطفویہ علیہ صلوٰۃ
والتسلیم نے حکم فرمایا ہے۔ کیونکہ باطل لوگوں کی وہ ریاضتیں اور مجاہدے جو شریعت روشن کے موافق
نہیں ہیں۔ سوائے غبار کے کچھ فائدہ نہیں دیتیں۔ اور ان سے سوائے حسرت اور ندامت کے کچھ حاصل نہیں
ہوتا۔ چاہیے کہ اہل سنت و جماعت ہمسرا اللہ تعالیٰ سعیدیم کے عقائد کے موافق احکام شریعیہ سے عملی اور اعتقادی
طور پر اپنے ظاہر کو آراستہ اور پیراستہ کرنے کے بعد اپنے باطن کو ذکر الہی سے آباد رکھیں۔ اور وہ سبق جو طریقہ
علیہ نقشبندیہ قدس سرہم سے اخذ کیا ہے، اس کا انکار کریں۔ کیونکہ ان بزرگواروں کے طریق میں انتہا ابتدا میں
درج ہے۔ اور ان کی نسبت سب نسبتوں سے اعلیٰ ہے۔ کوتاہ اندیش ان باتوں کا یقین کریں یا نہ کریں۔ فقیر
کا مقصود دوستوں کو رغبت اور شوق دلانا ہے۔ مخالف اس بحث سے خارج ہیں۔

ہر کہ افسانہ بخواند افسانہ ایست ہر کہ نقش دید خود مراند ایست

ترجمہ: جس نے اسے افسانہ قرار دیا وہ خود افسانہ ہے یعنی بے حقیقت ہے اور جس نے اسے اپنا مقصد قرار دیا وہ مراد
غرض یہ کہ عاقبت کی بہتری ذکر پر وابستہ ہے۔ وَادَّكُرْ وَلِلّٰہِ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اس مطلب پر

میں سورہ جمعہ۔ یعنی اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ فلاح اور نجات پاؤ۔ ۱۲

گواہ ہے۔ پس ذکر کثیر کو برقرار رکھنا چاہیے۔ اور جو کچھ اس دولت کے نامناسب ہے۔ اس کو دشمنی جاننا چاہیے۔
نجات کا علاج یہی ہے۔

ذکر گو ذکر تا ترمان است پاکشے دل ز ذکر رحمان است

ترجمہ: جب تک تم میں جان باقی ہے ذکر اور یاد الہی میں گے رہو۔ کیونکہ دل کی پاکیزگی ذکر رحمان پر منحصر ہے ۱۲
مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ قاصد کا کام حکم پہنچا دینا ہے۔ اَلَا بَلِّغُوا لِلَّهِ تَطْمِئِنَّ الْقُلُوبُ
سنن لواء کے ذکر سے دل کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ نفس قاطع ہے۔ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التبا ہے
کہ اس پر ثابت اور برقرار رہنے کی توفیق عطا فرماے۔ کیونکہ اصل مقصود یہی ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى وَالْتَزَمَ مَتَابِعَةَ الْمُحِطِّ عَلَى عِلْيَةِ الْإِلَهِ الْقَلَوَاتِ
وَالْتَّيْلِمَاتِ أَتَمَّهَا وَآخُضَّهَا اور سلام ہو اُس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم کر لیا۔

جامہ فرجی یعنی قبا جو نیک وقتوں میں کئی دفعہ پہنا گیا ہے۔ ارسال کیا گیا ہے۔ اس کو پہن لیں۔ حق تعالیٰ
اپنے نبی اور ان کی آل پاک صلتہ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل تمام کاموں کا انجام بخیر کرے۔

مکتوب نمبر ۲۰

مرزا احسان الدین احمد کی طرف سے موصول ہوا:

اس بیان میں کو غاہری اور جمائی قرب کو دلوں کے قرب میں بڑی تاثیر ہے۔ اور اس بیان میں

کہ وجہ وصال کو حسب تکمیل شرح کے میزان پر نہ تو لیں نیم دام سے بھی نہیں خریدتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اَصْطَفٰہِ۔ تمام حمد و ثنا اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس
کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

مدت کڑی ہے کہ جناب کی اور حضرات مخدوم زادوں کی اور فرزندی میلوں جمال الدین حسین اور باقی
عزیزوں اور بزرگوں اور بلند بارگاہ کے خداموں بالخصوص میاں شیخ الدواد اور میاں الدوباکہ خیریت کی خبر
نہیں پہنچی۔ اس کا نافع سوائے اس امر کے کچھ نہ ہو گا کہ شاید جناب نے اس دور افتادہ کو بھٹکا دیا ہو گا۔ ہاں

حیرانوں کے راہ دکھانے والے ہم کو اُس وجود پاک کی حرمت سے سیدھی راہ کی ہدایت کر جس کو تو نے رحمۃ اللہ علیہ بنایا ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

کبھی کبھی اپنے احوال کی کیفیات سے اطلاع دیتے رہیں کیونکہ یہ امر محبت کے زیادہ ہونے کا موجب ہے۔
وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْاَسْرَارَ مُتَابِعًا الْمُقْصُوفِ اَعْلٰیہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الصَّلٰوٰتِ
وَالتَّسْلِیْمٰتِ وَالنَّجٰتِ اَنْفُسُہُمْہَا وَاصْحَابُہَا اَوْسَلَامُہُمْہَا اُس شخص پر جس نے ہدایت کی راہ اختیار کی
اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم کر لیا۔

مکتوب نمبر ۲۰۸

حضرت مخدوم زاہد یعنی محمد صادق کی طرف صادر فرمایا اللہ تعالیٰ اسے تادیر عقیدہ مندوں کے سروں پر قائم رکھے۔

اس سوال کے جواب میں کہ اس طریق کا ساک کبھی اپنے آپ کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات میں پاتا ہے بلکہ بعض اوقات دیکھتا ہے کہ اس سے بھی اوپر چلا گیا ہے۔ اس میں کیا راز ہے۔

میرے فرزند نے پوچھا تھا کہ اس زاہد کا ساک مقامات عروج میں کبھی اپنے آپ کو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات میں پاتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات یوں محسوس کرتا ہے کہ ان مقامات سے بھی بلند چلا گیا ہے۔
اس معنی کا راز کیا ہے۔ حالانکہ سب کا اس بات پر اتفاق اور اجماع ہے کہ فضیلت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سطح ہے۔ اولیا جو کچھ حاصل کرتے ہیں۔ یا ولایت کے مقامات تک پہنچتے ہیں۔ انہی کی متابعت سے پہنچتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وہ مقامات ان مقامات عروج کی نہایت نہیں ہیں۔ بلکہ ان بزرگواروں کا عروج ان مقامات سے کئی مرتبہ بلند ہے۔ کیونکہ وہ مقامات اسمائے الہی جثہ سے مراد ہیں جو ان کے قیامات کے مبادی اور حضرت حق تعالیٰ کی طرف سے فیوض کے وسیع ہیں۔ کیونکہ حضرت ذات کو اسمائے وسیع کے بغیر عالم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں ہے۔ اور غنا کے سوا کوئی نسبت حاصل نہیں ہے۔
آیت کریمہ اِنَّ اللّٰہَ لَغَفِیْرٌ عَلِیْمٌ (اللہ جہان والوں سے غنی ہے) اس معنی پر گواہ ہے۔ اور

حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت سن ۱۰۱۷ میں ہوئی اور ۱۰۲۷ھ نور بیع الاول بروز پیر وصال فرمایا۔

نہ پارہ ۲۰ سورہ عنکبوت

جب یہ بزرگ وار مراتب عروج سے نزول فرماتے ہیں اور اوپر کے انوار کو اپنے ساتھ لے کر نیچے آتے ہیں تو ان اسماء میں ان کے مرتبوں کے اختلاف کے بموجب جو ان کے طبعی مقامات کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں، اقامت فرماتے ہیں اور وطن بنا لیتے ہیں۔ پس اگر کوئی ان کو قرار پذیر ہونے کے بعد ڈھونڈے تو ان کو انہی اسماء میں پائے گا۔ پس وہ بلند استعداد والا جو حضرت ذات کی طرف متوجہ ہے ناچار عروج کے وقت ان اسماء میں پہنچا اور اس جگہ اوپر کو گزر جائے گا۔ الی ماشاء اللہ لیکن جب وہ سالک اوپر سے نیچے آئے گا۔ اور اس اسم میں جو اس کے وجودی تعین کا مبدع ہے نزول کرے گا۔ تو وہ اسم ذات ان اسموں سے جو انہیں کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات ہیں بہت نیچے ہوگا۔ اور اس جگہ مقامات کا فرق ظاہر ہو جائے گا کیونکہ افضلیت کا مدار اس بات پر ہے کہ جس کا مقام بلند ہے وہی افضل ہے۔ اور جب تک سالک اپنے اسم میں واپس نہ آئے اور اپنے اسم کو ان اسموں سے نیچے معلوم نہ کرے ان بزرگواروں کی افضلیت کو ذوق و حال کے طور پر معلوم نہیں کر سکتا۔ بلکہ تقلید کے طور پر ان کو افضل کہتا ہے۔ اور پہلے یقین پر ان کی اولیت کا حکم کرتا ہے۔ لیکن اس کا وہ جان و فوق اس کے حکم کا کذب ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں ہار کا وہ الہی میں التبا اور زاری اور عجز و نیاز کرنا ضروری ہے تاکہ اصل حقیقت ظاہر ہو جائے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں سالکوں کے قدم پھسل جاتے ہیں۔ اس جواب کو ہم ایک مثال سے واضح کرتے ہیں:-

معقولی یعنی اہل فلسفہ نے کہا ہے کہ دھواں غامض اور آتش اجزا سے مرکب ہے۔ جس وقت دھواں اوپر کو جاتا ہے تو غامض اجزا آتش اجزا کے ہمراہ اوپر چلے جاتے ہیں۔ اور قاتل کا قمر حاصل ہونے سے عروج کر جاتے ہیں۔ اور انہوں نے کہا ہے کہ اگر دھواں قوی ہو۔ تو وہ کرۂ نازک چڑھ جاتا ہے۔ اس وقت اجزائے غامض اجزائے آبی اور اجزائے ہوائی کے مقامات میں جو بالطبع فوقیت رکھتے ہیں پہنچ جائیں گے۔ اور وہاں سے عروج کر کے اوپر چڑھ جائیں گے۔ اس صورت میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ اجزائے غامض کا مرتبہ اجزائے ہوائی کے رتبہ سے بلند تر ہے۔ کیونکہ وہ فوقیت باعتبار قاسم کے ہے نہ باعتبار ذات کے۔ اور کرۂ نازک پہنچنے کے بعد جب وہ اجزائے غامض کی نیچے گریں گے اور اپنے اصلی مرکز پر پہنچیں گے۔ تو بیشک ان کا مقام آب و ہوا کے مقام سے نیچے ہوگا۔

پس بحث مذکورہ میں اس سالک کا عروج بھی ان مقامات سے باعتبار قاسم کے ہے اور وہ قاسم گرمی محبت کی زیادتی اور جذبہ عشق کی قوت ہے۔ اور ذات کے اعتبار سے اس کا مقام ان مقامات سے بہت نیچے ہے۔

یہ جواب جو کہا گیا ہے فتبی کے حال کے مناسب ہے۔ لیکن اگر ابتدا میں یہ وہم پیدا ہو جائے اور اپنے

آپ کو بزرگوں کے مقامات میں معلوم کرے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتداء اور توسط میں ہر مقام کا فعل اور مثال ہے اور منتہی اور توسط جب ان کے ظلال میں پہنچتے ہیں تو خیال کرتے ہیں کہ ان مقامات کی حقیقت تک پہنچ گئے ہیں۔ اور ظلال اور حقائق کے درمیان فرق نہیں کر سکتے۔ اور ایسے ہی بزرگوں کے شبہ اور مثال کو جب اپنے مقامات کے ظلال میں پاتے ہیں تو خیال کرتے ہیں کہ ان مقامات میں بزرگوں کے ساتھ مشترک ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ یہاں شے کے فعل کا نفس شے کے مانند ہونا لازم آتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ كَمَا هِيَ وَجَنِّبْنَا عَنِ الْاَشْتِغَالِ بِالْمُسْلَاخِ بِمَحْزَمَةِ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اِلٰهِ الصَّلٰوَاتُ وَالْتَّسْلِيْمَاتُ اَمْتًا وَاَحْمَلْهَا يَا اَللّٰهُ
 تو ہم کو حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل اشیاہ کی اصل حقیقت سے پورا پورا آگاہ کر۔
 رہو و غیب کے ساتھ مشغول ہونے سے بچا۔

مکتوب نمبر ۲۰۹

میر محمد نعمان پرنشی کی طرف صادر فرمایا:

رسالہ مبدعہ و معاد کی بعض مشکل عبارتوں کے حل کرنے میں اور بعض عبارتوں کے بیان میں جو اس کی تائید میں لکھی گئی ہیں۔ اور در ایک مکتوب کے جواب میں جو اس طریق کی ضروری باتوں پر مشتمل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِلٰهِ الطَّاهِرِيْنَ
 اَجْمَعِيْنَ تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں اور سید المرسلین اور ان کی آل پاک پر صلوٰۃ و سلام ہو۔
 میرے سیادت پناہ عزیز بھائی میر محمد نعمان جمعیت سے رہیں۔ اس طرف کے احوال حمد کے لائق ہیں۔
 سر لکھے فرخ میں رخصت ہونے کے وقت آپ نے اور بلا درم محمد اشرف نے اس عبارت کے معنی جو رسالہ مبدعہ و معاد میں واقع ہے پوچھے تھے چونکہ وقت نے یاد دہی نہ کی۔ اس لئے رکاوٹ واقع ہو گئی۔ اب دل میں آیا کہ اس عبارت کے حل میں کچھ لکھا جاوے تاکہ دوستوں کی تسلی اور تشفی کا موجب ہو۔ رسالہ کی عبارت یہ ہے کہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رحلت فرمانے سے ہزار اور چند سال کے بعد ایک ایسا ناند آکر ہوا
 ہے کہ حقیقت محمدی اپنے مقام سے عروج فرماتی ہے اور حقیقت کعبہ کے مقام سے متحد ہو جائیگی
 اور اس وقت حقیقت محمدی کا نام حقیقت احمدی ہو جائیگا۔ اور ذات احمد علی سلطانہ کا منظر

ہن جائے گی۔ اور دونوں اسم مبارک اپنے مسمیٰ کے ساتھ مستحق ہو جائیں گے۔ اور پہلا مقام حقیقت محمدی سے خالی رہے گا۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں اور شریعت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موافق عمل کریں گے۔ اس وقت حقیقت عیسوی اپنے مقام سے عروج فرما کر حقیقت محمدی کے مقام میں جو خالی رہا تھا، قرار پڑے گی۔

جہاں چاہیے کہ شخص کی حقیقت اس کے نعین و جوہی سے مراد ہے کہ اس شخص کا تعین امکانی اس تعین کا نخل ہے۔ اور وہ تعین و جوہی اسمائے الہی مثل علیم و قدیر و مکریم و متکلم و غیرہ میں سے ایک اسم ہے اور وہ اسم الہی اس شخص کا رب اور اس کے وجودی فیوض کا مبدع ہے۔ اور اس اسم کی نسبت حضرت ذات کے ساتھ مختلف مراتب میں ہے۔ مرتبہ صفت میں اور توابع وجودی کہ اس کا وجود ذات کے وجود پر زائد ہے۔ یہی اسم اطلاق پاتا ہے۔ اور مرتبہ شان میں بھی کہ اس کی زیادتی ذات پر مجرد اعتبار سے ہے۔ یہی اسم صادق آتا ہے۔ اور صفت و شان کے درمیان فرق، اُس مکتوب میں جو سلوک اور جذبہ کے بیان میں لکھا گیا تھا۔ مفصل ذکر پا چکا ہے۔ اگر معلوم نہ ہو تو اس مکتوب کی طرف رجوع کریں۔ اور شک نہیں ہے کہ شان کا حاصل ہونا بھی اگرچہ مجرد اعتبار ہے۔ اس بات کا قاعداً کرتا ہے کہ اس سے اوپر اس کے شان کے مناسب اور زائد معنی ہوں جو اس کے وجود اعتباری کا مبدع ہوں۔ پس اس اسم کو اس مرتبہ سے بھی نصیب حاصل ہے اور اس معنی زائدہ کے فوق میں بھی یہ احتمال جاری ہے۔ لیکن قوت بشری اس کے ضبط کرنے سے عاجز ہے۔ اس فقیر بے بضاعت نے ایک اور مرتبہ کو بھی عبور کیا ہے۔ لیکن اس مرتبہ کے فوق میں سوائے استغراق اور نیستی کے کچھ حاصل نہیں ہے

وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ہر صاحب علم کے اوپر علم والا ہے۔
هَٰذَا لَا رُبَّابِ الثَّعٰلِیْمِ نَعِیْمًا
وَلِلْعَٰلِیْقِ اِلٰنْشَکِیْنِ مَا یَسْتَخْرِغُ

ترجمہ: ارباب نعمت کو نعمتیں گوارا ہوں اور عاشق مسکین کے لئے وہی درد و غم ہے جسے وہ گھونٹ گھونٹ پی رہا ہے۔

اہل اللہ کی ایک دوسرے پر فضیلت اپنی اپنی استعداد اور قابلیت کے موافق ان مختلف مراتب کے طے کرنے کے اعتبار سے ہے۔ اور اس اسم سے واصل اولیائیت تھوڑے ہیں۔ کیونکہ اکثر ان میں سے سلوک اور تفسیلی کے طریق پر قائم مراتب امکانیہ سے عروج کرنے کے بعد اس اسم کے فلال میں سے کسی نخل

تک واصل ہیں۔ اور صرف جذبہ کے طریق سے بھی اس اسم تک واصل ہونے کا وہم کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ بے اعتبار اور بے اعتماد ہے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے اس اسم سے عروج کیا ہے۔ اور مراتب متعادلہ کو کم و بیش طے کیا ہے۔ وہ بہت ہی تھوڑے ہیں۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شخص کی حقیقت جیسے کہ تعین و جوبی کو کہتے ہیں تعین اسکا کو کبھی کہتے ہیں۔ جیسے: قدمات معلوم ہو گئے۔ تو میں کہتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوقات کی طرح عالم خلق اور عام امر سے مرکب ہیں۔ اور وہ اسم الہی جو ان کے عالم خلق کی تربیت کرنے والا ہے۔ - شان العلیم ہے۔ اور وہ جو ان کے عالم امر کی تربیت فرماتا ہے وہ معنی ہے جو اس شان کے وجود اعتباری کا مبدع ہے۔ جیسے کہ گزر چکا۔ اور حقیقت محمدی شان العلیم سے مراد ہے۔ اور حقیقت احمدی اس معنی سے کنایہ ہے جو اس شان کا مبدع ہے اور حقیقت کعبہ سبحانی بھی اسی معنی سے مراد ہے۔ اور وہ نبوت جو حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے پہلے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماضی تھی۔ اور اس مرتبہ کی نسبت خبر دی ہے اور فرمایا ہے کہ کُنْتُ نَبِيًّا وَ اَدْمُ رَبِّیْنَ الْمَسْوَیِّ وَالْطَّيْنِ میں نبی تھا جبکہ آدم ابھی پانی اور کھجور میں تھا۔ وہ باعتبار حقیقت احمدی کے تھی جس کا تعلق عالم امر سے ہے۔ اور اس اعتبار سے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کلمہ اللہ تھے اور عالم امر سے زیادہ مناسبت رکھتے تھے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کی خوشخبری اسم احمدی سے دی ہے اور فرمایا ہے مَبَشِّرًا بِرَسُولٍ یَأْتِیْ مِنْ بَعْدِیْ اِسْمُهُ اَحْمَدُ خوشخبری دینے والا ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اور اُس کا نام احمد ہے، اور وہ نبوت جو عنصری پیدائش سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ صرف حقیقت محمدی کے اعتبار سے نہیں ہے۔ بلکہ دونوں حقیقتوں کے اعتبار سے ہے۔ اور اس مرتبہ میں آپ کی تربیت کرنے والی وہ شان آدم اس شان کا مبدع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مرتبہ کی دعوت پہلے مرتبہ کی دعوت کی نسبت زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ

لے ترمذی شریف بروایت حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ، بالفاظ

قَالُوا مَتَى وَجِبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ قَالَ اَدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ

شرح السنن میں یہ روایت باین الفاظ مروی ہے

اِنِّیْ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْتُوبٌ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَاَدَمُ الْمَجْدُلُ فِی طَیْنَتِهِ

۲ پارہ ۲۸ سورہ صفت

بعض اصحاب کرام نے فرمایا ہے کہ ابھی ہم آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دفن سے فارغ نہ ہوئے کہ ہم نے اپنے دلوں میں فرق محسوس کیا۔ ہاں ایمان شہودی ایمان غیبی سے بدل گیا۔ اور دلوں میں آغوش سے گوش تک آچنچا۔ اور دیکھنے سے سمجھنے تک نہ آئی۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے جب ہزار سال گزرے جو بڑی لمبی مدت اور بڑا دراز زمانہ ہے۔ تو روحانیت کی طرف اس طرح غائب ہوئی کہ بشریت کی تمام جانب کو اپنے رنگ میں رنگ دیا۔ حتیٰ کہ عالم ملکات و عالم امرا رنگ اختیار کیا۔ پس نامیاء حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عالم خلق سے جس چیز نے اپنی حقیقت کی طرف رجوع کی تھی۔ یعنی حقیقت محمدی عروج کر کے حقیقت احمدی سے لاسحق ہو گئی اور حقیقت محمدی حقیقت احمدی سے متحد ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین

فقیر دارودہ امکا فیک در سائر ممکنات عالم کائنات است۔

ترجمہ: اور کائنات کے تمام ممکنات میں سے معلوم ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس امکان سے پیدا ہوئے ہیں جو ممکنات کے فیسے خلق رکھتا ہے۔ اس امکان سے پیدا نہیں ہوئے جو باقی کائنات عالم میں پایا جاتا ہے۔ اسی ممکنات میں فرما رہے ہیں:

فربیت کریم است من بعد از انصاف انصاف بارعام منکرہ بمقتضائی حکم و مصالح بصورت انسانی کہ احسن انعم است من بعد از انصاف و احسن کبر و احسن شدہ۔

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نور ہیں جو عالم اجسام میں پاک پختوں سے پاک رموز میں مغفل ہوتے رہے ہیں اور پھر آخر کار حقیقت و حقائق کے متعلق ہوتے ہوئے ممکنات اور ممکنات کے پیش نظر بصورت انسان جو بہترین صورت ہے نظر فرمایا اور بعد از انصاف و احسن کبر و احسن شدہ۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ مذکورہ عبارات واضح کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لہو حق تعالیٰ سے پیدا ہوئے ہیں اور حکم و مصالح کے تحت انسانی صورت میں عالم اجسام میں مبعوث فرما ہوئے ہیں۔ مزید اسی مکتوب میں فرماتے ہیں:

امام و بر چند بدقت نظر صحیفہ ممکنات عالم و ملاحظہ نموده سے ایذا وجود آنسور علیہ السلام در آنجا مشہود و ملاحظہ و وجود آنسور علیہ السلام ان نام ممکنات نباشد کہ فوق یا باشد نامیاء اور اسباب نہ بود۔ و نیز در عالم شہادت سایہ شمس از شخص علیہ السلام و چون طبیعت تہذیبی در عالم نباشد اور اسباب چہ صورت دار علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

ترجمہ: اور کتنی ہی بار یہ کفر سے صحیفہ ممکنات کا مطالعہ کیا جائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود نورانی میں سے معلوم نہیں ہوتا اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم ممکنات میں سے نہیں ہیں بلکہ اس سے بلند و ارفع امکان

اس جگہ حقیقت محمدی اور حقیقت احمدی سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ کے خلق و امر کا تعین اسکا فی ہے۔ نہ تعین و نہ ہونی کہ تعین اسکا فی اس کا نکل ہے۔ کیونکہ تعین و ہونی کے عروج کے کچھ منے نہیں اور اس تعین کے ساتھ متحد ہونا مقول نہیں ہے۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں گے۔ تو حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کی متابعت کریں گے۔ اور اپنے مقام سے سروج فرما کر تبعیت کے طور پر حقیقت محمدی کے مقام میں پہنچیں گے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی تقویت کریں گے۔ گذشتہ شریعتوں کا بھی یہی حال تھا کہ اولوا العزم پیغمبروں کے رعلت فرما جانے سے ہزار سال کے بعد انبیائے کرام اور رسل عظام مبعوث ہوتے تھے۔ جو ان پیغمبروں کی شریعت کو تقویت دیتے تھے۔ اور ان کے کلمہ کو بلند کرتے تھے۔ اور جب پیغمبر اولوا العزم کی دعوت و شریعت کا دورہ تمام ہو جاتا تھا تو دوسرا اولوا العزم پیغمبر مبعوث ہو جاتا تھا۔ اور نئے سرے سے اپنی شریعت ظاہر کرتا تھا۔ اور چونکہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت نسخ و تبدیل سے محفوظ ہے۔ اس لئے حضور کی اُمت کے علماء کو انبیاء کا مرتبہ عطا فرما کر شریعت کی تقویت اور ملکیت کی تائید کا کام ان کے سپرد فرمایا ہے۔ بلکہ ایک اولوا العزم پیغمبر کو حضور کا تابعدار بنا کر حضرت کی شریعت کو ترقی بخشی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَآلِهَ الْغَلُوبِ ہم ہی نے قرآن مجید کو نازل کیا۔ اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اور جاننا چاہیے کہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رعلت کر جانے سے ہزار سال بعد حضور کی اُمت کے اولیا جو ظاہر ہوں گے۔ اگرچہ وہ قلیل ہوں گے مگر اکمل ہوں گے۔ تاکہ اس شریعت کی تقویت پر سے طور پر کر سکیں۔

حضرت مہدی جن کی تشریف آوری کی نسبت حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بشارت فرمائی ہے۔ ہزار سال کے بعد پیدا ہوں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علی نبیہنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی ہزار سال کے بعد نزول فرمائیں گے۔

خلاصہ یہ کہ اس طبقہ کے اولیا کے کمالات اصحاب کرام رضوان اللہ عنہم کے کمالات کی مانند ہیں۔ اگرچہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد فضیلت و بزرگی اصحاب کرام کے لئے ہے۔ لیکن یہ ایک ایسا مقام ہے کہ

جسے سابقہ صفحہ ۱۱۴ پر بیان کیا ہے کہ جس شریف کا سایہ نہیں تھا۔ اور نیز اس عالم شہادت میں شے کا سایہ شے سے پیدا ہونے لگا۔ اس بنا پر آپ کے جسم شریف کا سایہ نہیں تھا۔ اور نیز اس عالم شہادت میں شے کا سایہ شے سے

کمال مشابہت کے باعث ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں دے سکتے۔

اور ہو سکتا ہے کہ اسی وجہ سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہو کہ لَا یُذَرِّیْ اَوْ لَھُمْ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُھُمْ خَیْرٌ نہیں معلوم ان میں سے اول زمانہ کے بہترین یا آخر زمانہ کے۔ اور یہ نہیں فرمایا کہ لَا اَدْرِ عَظَمَ اَوْ لَھُمْ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُھُمْ خَیْرٌ نہیں جانتا کہ ان میں سے اول کے بہترین یا آخر کے۔ کیونکہ فریقین میں سے ہر ایک کا حال آپ کو معلوم تھا۔ اسی واسطے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ خَیْرُ الْقُرُونِ قُرُونِیْ سَبَّ زَمَانٍ سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ لیکن چونکہ کمال مشابہت کے باعث تردد کا مقام تھا۔ اس لئے لَا یُذَرِّیْ فرمایا۔ اگر کوئی سوال کرے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اصحاب کے زمانہ کے بعد تابعین کے زمانہ کو اور تابعین کے زمانہ کے بعد تابعین کے زمانہ کو بہتر فرمایا ہے۔ تو یہ دونوں قرن بھی یقیناً اس گروہ سے بہتر ہوں گے پھر یہ طبقہ کمالات میں اصحاب کرام کے ساتھ کیسے مشابہ ہوگا۔ تو اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ اس قرن کا اس طبقہ سے بہتر ہونا اس اعتبار سے ہو کہ اولیاء اللہ کا ظہور کثرت سے ہوگا۔ اور بے عقیدوں اور بدکاروں اور گنہگاروں کا وجود کم ہوگا۔ اور یہ امر نیز اس بات کے منافی نہیں کہ اس طبقہ کے اولیاء اللہ میں سے بعض افراد ان دونوں قرون کے اولیاء سے بہتر ہوں جیسے کہ حضرت مہدی سے

فیض رُوح القدس ارباب زہد فرماید دیگراں ہم بکند آنچہ میجا میگرد

روح القدس کا فیض اگر دوبارہ مدد فرمائے تو دوسرے بھی وہ کام کر سکتے ہیں جو حضرت مسیح کے تھے لیکن اصحاب کا زمانہ ہر لحاظ سے بہتر ہے۔ اس کی نسبت گفتگو کرنا فضول ہے۔ سابق سابق ہی ہیں اور حجت نعیم میں مقرب ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ دوسروں کا پہاڑ جتنا سونا خرچ کرنا ان کے ایک سیر جو خرچ کرنے کے برابر نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ اللّٰهُ تَعَالٰی جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے غاص کرتا ہے۔ جانا چاہیے کہ پہلے بیان سے اس عبارت کے معنی واضح ہو گئے۔ جو رسالہ مبدعہ معاد میں اس عبارت کے اوپر لکھی گئی ہے کہ کعبہ ربانی کی حقیقت حقیقت محمدی کی مسجود ہو گئی۔ کیونکہ کعبہ ربانی کی حقیقت بعینہ حقیقت احمدی ہے کہ حقیقت محمدی واصل اس کا ظلل ہے۔ پس ناچار حقیقت محمدی کی مسجود ہوگی۔ اگر سوال کریں کہ

۱۔ پُوری حدیث اس طرح ہے۔ مثل امتی مثل المطر لا میداری اولہ خیر ام اخرہ۔ ترمذی شریف یعنی میری امت کا حال بارش کی طرح ہے نہیں معلوم ہو سکتا کہ بارش کا پہلا حصہ بہتر ہے یا آخری حصہ یعنی ساری امت بہتر ہے جس طرح ساری بارش نافع اور خیر ہے۔ یہ حدیث الفاظ کے کچھ تغیر کے ساتھ بروایت عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ ابن عباس میں بھی موجود ہے۔ ۱۲

کہ حضور علیہ السلام کے اولیائے اُمت کے طواف کے لئے آتا ہے۔ اور ان سے برکات حاصل کرتا ہے۔ حالانکہ اس کی حقیقت محمدی پر مقدم ہے تو پھر یہ بات کس طرح جائز ہوگی؟
یہ ہوا میں کہتا ہوں کہ حقیقت محمدی تنزیہ اور تقدیس کی بلندی سے محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول کرنے کے مقامات کی نہایت ہے۔ اور کعبہ کی حیثیت عروجِ امیہ کے مقامات کی نہایت ہے۔ اور حقیقت محمدی نے واسطہ مرتبہ تنزیہ پر عروج کرنے کے لئے پہلا مرتبہ حقیقت کعبہ ہے۔ اور حقیقت محمدی کے عروج کی نہایت کو سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ اور جب حضور کی اُمت میں سے کامل اولیاء کو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عروجات سے پورا پورا جہد حاصل ہے تو پھر اگر کعبہ ان بزرگواروں سے برکات حاصل کرے تو کیا تعجب ہے۔

زمین زادہ بر آسمان تافتہ زمین وزمان را پس انداختہ
ترجمہ: خاک سے پیدا شدہ آسمان پر جای نیچا اور زمین وزمان کو نیچے چھوڑ گیا

اور دوسری عبارت بھی جو اس رسالہ سے اس مقام میں لکھی گئی تھی محلِ مولیٰ اور وہ عبارت یہ ہے کہ کعبہ کی صورت جس طرح کہ اشیاء کی صورتوں کی مجرور ہے۔ اسی طرح کعبہ کی حقیقت بھی ان اشیاء کی حقیقتوں کی مجرور ہے۔ کیونکہ مقدمات سابقہ سے معلوم ہوا ہے کہ حقائقِ اشیا ان آسمانِ الہی سے اور نہ جہان کے وجود اور ان کے وجود کے تعلقات کے فیوض کا مبدیہ ہے۔ اور حقیقتِ کعبہ ان آسمان کے فوق ہے۔ پس بیشک حقیقتِ کعبہ حقائقِ اشیاء کی تنزیہ ہوگی۔ ہاں اگر اولیاء میں سے اکمل کوستہ نہایت کعبہ سے بالاتر سیر واقع ہو جائے۔ اور باہر انوار کو حاصل کر کے اپنے حقائق کے مراتب میں جو مراتب عروج میں اشیاء کے طبعی مقامات کی مانند ہیں، نیچے اتر آئیں۔ تو کعبہ ان کی برکات سے فوق رکھے گا جیسے کہ پہلے ذکر ہوا۔

اور نیز رسالہ مبدیہ ماد میں چند فقرے انبیاء اولوالعزم کے ایک دوسرے سے انشیں جوئے ہیں لکھے تھے۔ ان کے ایک دوسرے کے الفضل ہونے کے معنی ہوئے کہ کشف و الباء پر مبنی ہیں جو غنی ہیں اس لئے اس کے لکھنے اور فضیلت میں تفرقہ کرنے سے نہ امت اور توبہ کرتا ہے کیونکہ قطعی دلیل کے سوا اس بارہ میں گفتگو کرنا جائز نہیں
اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَ اَتُوبُ اِلَيْهِ جُنَّ جَمِيعٌ مَّا كَرِهَ اللّٰهُ فَعُولًا وَ فَعُولًا مِّنْ اَنْ تَامَ اَقْوَانُ اَعْمَالٍ سِوِ اللّٰهِ كُوْنَا سَائِدِيْنَ تُوْبُوْا كَرْتَا مِوْنِ اَوْ يَخْشَشْ اَعْمَالُكُمْ
آپ نے اپنے مکتوب میں یہ بھی لکھا تھا کہ:-

اے سمانِ اندہ اولیاء کرام کی کتنی عظیم شان ہے کہ کعبہ بھی ان کے طواف کرتا ہے۔

میں نے سربراہ فرخ میں پوچھی تاکہ طالبو کو طریقت سکھانا میرے مال کے مناسب ہے یا نہیں اور تم نے جواب میں لکھا تھا کہ نہیں۔

فقیر کو یاد نہیں رہا کہ یہ مور پر نفی کی جو بلکہ یہ کہا ہوا ہے کہ شرائط پر شرط ہے۔ بے شرائط ہرگز مناسب نہیں۔ اور اب بھی اسی طرح جائیں۔ چاہیے کہ شرائط کو نظر رکھیں۔ بڑی احتیاط کریں اور ہرگز سستی نہ کریں۔ اور جب تک استخاروں کے ساتھ اس بات کا یقین نہ ہو کہ سرتیہ سکھانا چاہیے تب تک کسی کو نہ سکھائیں یا تو بڑے درم مولانا یا موصوفہ قدیم کو بھی اس بات کی طرف رہنمائی کریں اور بڑی تاکید سے کہیں کہ طریقت چلانے میں بدی نہ کرے۔ کیونکہ فسور و کان کھولنا نہیں ہے۔ بلکہ حق تعالیٰ کی مرضی کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ اعداد و بنا شرط ہے۔

دوسرے یہ کہ آپ نے اپنے مریدوں کی نسبت کچھ یا مضافہ تو آپ کو اپنی وضع کی نسبت نہ کرنا چاہیے تھا۔ کیونکہ آپ اس جماعت سے اس نسبت زندگی بسر کرتے ہیں جتنے یہ آثار و توحید ہے۔ ہزاروں نے کہا ہے کہ پیر کو چاہیے کہ مریدوں کی فطرت میں اپنے آپ کو آراستہ اور شان و شوکت سے رکھنے نہ یہ کہ ان کے ساتھ انگوٹھا دروازہ کھولنے اور ان سے ہم نشینوں کی طرح سہا کرے۔ اور حیانت و لشکر سے مجلس گرم رکھے۔ والسلام

مکتوب نمبر ۲۱

نعمت کی عبارت کے محل کرنے اور بعض ضروری نصیحتوں کے ذکر میں مانگیسی اصفہانی کی طرف لکھا:

آپ کا شریف و لطیف خط جو از روئے شفقت و مہربانی اس حقیر بے سامان کے نام لکھا ہوا تھا شرف صدور لایا۔ اور اس کے مظاہر سے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ آپ سلامت رہیں اور سلامت ہی جائیں۔ اور محبت میں فقرہ کی محبت پر رہیں۔ اور جب جائیں ان کی محبت کا سرمایہ لے کر جائیں۔ اور جب اٹھیں ان کی محبت میں اٹھیں۔ بھرت اُس وجود پاک کے جس نے فقر پر فخر کیا اور اس کو دو متمندی پر اختیار کیا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ نے از روئے کرم کے لکھا تھا کہ اُس حکایت کا اصل معاملہ کیا ہے جو نعمت میں شیخ ابن السکینہ قدس سرہ کے مرید کی نسبت مذکور ہے کہ ایک دن دریائے جلد میں غسل کے موقع پر غوطہ لگایا اور سر دریاٹے نیل سے جانکالا اور بصر میں چلا گیا۔ اور وہاں شادی کی اور اس کے اُن بیٹے پیدا ہوئے۔ اور سات سال تک مصر میں مقیم رہا۔ اتنا پھر ایک دن غسل کے لئے دریائے نیل میں غوطہ لگایا۔ اور سر دریاٹے و بدن میں جانکالا دیکھا کہ اس کے کپڑے جو دریاٹے و بدن کے کنارے پر رکھے تھے۔ بدستور موجود ہیں۔ ان کپڑوں کو پہن کر گھرا کیا۔ اس کی جبری نے کہا کہ مہمانوں کے لئے کھانا جو آپ نے فرمایا تھا تیار ہے۔ الی آخر۔

میرے مخدوم! اس حکایت کا اشکال اس وجہ سے نہیں ہے کہ برسوں کا کام ایک گھڑی میں کیسے میسر ہو گیا۔ کیونکہ اس قسم کا معاملہ بہت واقع ہوتا ہے۔

حضرت رسالت غایت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب معراج میں عروج کے مرتبے طے کرنے اور وصول کی منزلیں قطع کرنے کے بعد جو کئی ہزار برسوں میں میسر ہو سکیں۔ جب اپنے دولت خانہ میں واپس آئے تو دیکھا کہ بہتر خواب ابھی گرم ہے۔ اور کوزہ میں وضو کا پانی ابھی حرکت میں ہے۔

اس کی وجہ وہی ہے جو اس حکایت کے نقل کرنے کے بعد لغات میں مذکور ہے کہ یہ بات بسط زمان کی قسم سے ہے۔ بلکہ اس حکایت کا اشکال اس سبب سے ہے کہ بغداد میں جو وقت ہو وہی مصر میں ہو۔ حالانکہ عرصہ سات سال کا درمیان پیدا ہو، مثلاً اپنی بغداد اس وقت سن تین سو ساٹھ ہجری میں ہوں۔ اور اہل مصر اُس وقت تین سو ساٹھ ہجری میں۔ عقل و نقل اس بات کو پسند نہیں کرتی۔ یہ معاملہ ایک یا دو شخصوں کی نسبت ہو تو جائز ہے لیکن شہروں اور متعدد مکانوں کی نسبت محال ہے۔ جو کچھ اُس فیکر کی خاطر دفاتر میں گزرتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ حکایت حالت بیداری سے نہیں ہے۔ بلکہ خواب و واقعات کی قسم سے ہے کہ سُننے والے کے لئے خواب و رؤیائے شقیہ جو گئی ہے۔ اور غیہ سے بیداری کا وہم گزرا ہے۔ اس قسم کے اشتباہ بہت واقع ہوتے ہیں۔ بلکہ اسی اشتباہ کے غی سے ہے کہ خواب میں دیکھا ہے اور خواب میں اپنے پر سے کہا ہے۔ اور فرزندوں کو لایا ہے وغیرہ وغیرہ اور وہ حکایت بھی جو اس حکایت کے بعد شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہ سے نقل کرتے ہیں اسی قسم سے ہے واللہ اعلم بحقائق الامور کھلے۔ اور تمام امور کی اصلی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ اس عبارت کی شرح کھنی چاہیے کہ جسد کا مَرْتَبِی رُوح ہے اور قالب کا مَرْتَبِی قلب۔ میرے مخدوم! ان دونوں عبارتوں کا مطلب ایک ہی ہے اور وہ انسان کے عالم خلق کو اس کے عالم امر سے ترمیم کرنا ہے۔ اور چونکہ جسد کا لفظ رُوح کے لفظ کے ساتھ اکثر استعمال واقع ہوتا ہے اور قالب قلب کے درمیان لفظی مناسبت ہے۔ اس واسطے ہر ایک کو اپنے مناسب لفظ کے ساتھ جمع کر کے عبارت کا اختلاف اختیار کیا گیا ہے۔ آپ نے نصیحتوں کی طلب ظاہر فرمائی ہے۔

میرے مشفق مخدوم! شرم آتی ہے کہ باوجود اس خرابی اور گرفتاری اور بے سامانی اور بے جہا صلی کے اس بارہ میں کچھ لکھے۔ اور صریح طور پر یا اشارہ کے طور پر اس قسم کی کلام کرے۔ لیکن اس بات کا بھی ڈر ہے کہ اگر قول معروف سے اپنے آپ کو معاف رکھے تو اس سے خست اور کمینہ بنی ظاہر ہوتا ہے اور بخل و کمبوسی کی قربت پہنچتی ہے۔ اس لئے چند باتیں کہنے کی جرأت کرتا ہے۔

میرے مخدوم ادنیٰ کے بقا کی مدت بہت قلیل ہے۔ اور اس قلیل سے بھی اکثر تمت ہو گئی ہے اور بہت کم باقی رہ گئی ہے۔ اور بقائے آخرت کی مدت خلود اور دوام ہے۔ اور معاملہ خلود کو بقائے چند روزہ کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ بعد ازاں یا دائمی راحت ہے یا دائمی عذاب۔

مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو خبری ہے وہ سچ ہے اس میں خلاف کا احتمال نہیں ہے۔ اپنی عقل دور اندیش سے کام لینا چاہیے۔

میرے مخدوم باعمر کا بہتر اور قیمتی حصہ ہوا و ہوس میں گزر گیا۔ اور خدا تعالیٰ کے دشمنوں کی رضامندی میں بسر ہوا۔ اور عمر کا کتنا حصہ باقی رہ گیا ہے۔ اگر آج ہم اس کو خدا تعالیٰ کی رضامندی میں حاصل کرنے میں سرف نہ کریں۔ اور اشرف کی تکوینی ارفل سے نہ کریں اور تھوڑی محنت کو ہمیشہ کے آرام کا وسیلہ نہ بنائیں۔ اور تھوڑی نیکیوں سے بہت سی برائیوں کا کفارہ نہ کریں۔ کل کو فائز نہ کر لیں کہ ہم فلاںے تعالیٰ کے سامنے جائیں گے۔ اور کیا حیل پیش کریں گے۔ یہ خواب غرگوش کب تک رہے گی۔ اور غفلت کی روٹی کب تک کافوں میں پڑی رہے گی۔ آخر ایک دن بینائی سے پردے اٹھادیں گے۔ اور غفلت کی روٹی کافوں سے دور کر دیں گے۔ لیکن پھر کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اور سولے حسرت و ندامت کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ موت کے آنے سے پہلے ہی اپنا کام بنالینا چاہیے۔ اور واسطوفا کہتے ہوئے مرنے چاہیے۔ اول عقاید کا درست کرنا ضروری ہے۔ اور اس امر کی تصدیق سے جو قوت و ضرورت کے طور پر دین سے معلوم ہوا ہے چارہ نہیں ہے۔ دوسرے ان باتوں کا علم و عمل ضروری ہے جن کا متکفل علم فقہ ہے۔ اور تیسرے طریقہ صوفیہ کا سلوک بھی درکار ہے۔ نہ اس غرض کے لئے کہ غیبی صورتیں اور شکلیں مشاہدہ کریں۔ اور نوروں اور رنگوں کا معائنہ کریں جتنی صورتیں اور انوار کیا کم ہیں کہ کوئی ان کو چھوڑ کر ریاضتوں اور محابدوں سے غیبی صورتوں اور انوار کی ہوس کرے۔ حالانکہ یہ جتنی صورتیں اور انوار اور وہ غیبی صورتیں اور انوار دونوں حق تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ اور حق تعالیٰ کے صانع ہونے پر روشن دلیلیں ہیں۔ چاند و سورج کا نور جو عالم شہادت سے ہے اُن انوار سے جو عالم مثال میں دیکھیں۔ کئی گنا زیادہ ہے۔ لیکن چونکہ یہ دید دائمی ہے اور خاص و عام اس میں شریک ہیں اس لئے اس کو نظر اور اعتبار میں نہ لاکر انوار غیبی کی ہوس کرتے ہیں۔ اُن سچ

آسے کہ روپیش درت تیرہ نماید

ترجمہ:- جہانی تیرے دردانے کے سامنے سے گزرتا ہے وہ تجھے کا نظر آتا ہے۔

طریقہ صوفیہ کے سلوک سے مقصود یہ ہے کہ معتقات شرعیہ میں یقین زیادہ حاصل ہو جائے تاکہ تامل کی تنگی سے کشف کے میدان میں آجائیں۔

مثلاً واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کا وجود جو اول استدلال یا تقلید کے طور پر معلوم ہوا تھا۔ اور

اس کے اندازہ کے موافق یقین حاصل ہوا تھا۔ جب طریق صوفیہ کا سلوک میسر ہو تو یہ استدلال و تعلیق کشف شہود سے بدل جاتا ہے اور یقین اکمل حاصل ہو جاتا ہے۔ سب اعتقادی امور میں یقین ہی ہے۔ اور نیز طریق صوفیہ کے سلوک سے یہ مقصود ہے کہ احکام فقہیہ کے ادا کرنے میں آسانی حاصل ہو جائے اور وہ مشکل دور ہو جائے جو نفس کی امارگی سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اس فقیر کا یہ یقین ہے کہ طریق صوفیہ حقیقت میں علوم شرعیہ کا خادم ہے۔ نہ شریعت کے مخالف کچھ اور امر۔ اور اپنی کتابوں اور رسالوں میں اس معنی کی تحقیق کی ہے۔ اور اس غرض کے حاصل ہونے کے لیے تمام طریقوں میں سے طریقہ علیہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا بہت مناسب اور بہتر ہے کیونکہ ان بزرگواروں نے سنت کی متابعت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے کنارہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر متابعت کی دولت ان کو حاصل ہو اور احوال کچھ نہ رکھتے ہوں تو خوش ہیں۔ اور اگر باوجود احوال کے متابعت میں قصور معلوم کریں تو ان احوال کو پسند نہیں کرتے

حضرت خواجہ احمد راقس سترہ نے فرمایا کہ اگر تمام احوال و مواجید میں دے دیں اور ہماری حقیقت کو ابلی سنت و جماعت کے اعتقاد سے نہ فوازیں تو سوائے خرابی کے ہم کچھ نہیں جانتے۔ اور اگر ابلی سنت و جماعت کا اوتنا ہم کو دے دیں اور احوال کچھ نہ دیں تو پھر کچھ غم نہیں ہے۔ و نیز اس طریق میں نہایت ہدایت میں مندرج ہے۔ پس یہ بزرگ پہلے قدم میں وہ کچھ حاصل کر لیتے ہیں جو دوسروں کو نہایت میں جا کر حاصل ہوتا ہے۔ اگر فرقہ تو صرف اجمال و تفصیل اور شمول و عدم شمول کا ہے۔ یہ نسبت بعینہ اصحاب کرام علیہم السلام کی نسبت ہے کیونکہ اصحاب حضرت خیر البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی صحبت میں وہ کچھ حاصل کر لیتے تھے جو ادیانے امت کو نہایت میں بھی شاید ہی حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ خواجہ اویس قرنی قدس سترہ جو خیر القامعین ہے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل و قتل کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ جس کو صرف ایک ہی دفعہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی۔ کیونکہ صحبت کی بزرگی تمام فضیلتوں اور کمالات سے بڑھ کر ہے۔ اس لیے کہ ان کا ایمان شہودی ہے۔ اور دوسروں کو یہ دولت ہرگز نصیب نہیں ہوئی۔ وح

شہیدہ کے بودا مندر ویدہ

یہی وجہ ہے کہ ان کا ایک سیر خرچ کرنا دوسروں کے پناہ جتنا سونا خرچ کرنے سے بہتر ہے۔ اور تمام اصحاب اس فضیلت میں برابر ہیں۔ پس سب کو بزرگ جانا چاہیے اور نیکی سے یاد کرنا چاہیے کیونکہ اصحاب سب کے سب عادل ہیں اور روایت اور تبلیغ احکام میں سب برابر ہیں۔ ایک کی روایت کو دوسرے کی روایت پر کوئی فوقیت نہیں ہے۔ قرآن مجید کے اٹھانے والے ہی لوگ ہیں۔ اور آیات متفرقہ کو ان کے عادل ہونے کے بعد دوسرے ہر ایک سے دو آیتیں یا تین آیتیں یا کم و بیش اخذ کر کے جمع کیا ہے۔ اگر اصحاب میں سے کسی ایک پر طعن کریں تو وہ طعن قرآن مجید کے طعن تک

پہنچا دیتا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ بعض آیات کا حال وہی ہو۔ اور ان مخالفین اور جھگڑوں کو نیک قیمتی پر محمول کرنا چاہیے اور ہوا و مقصود سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو صحابہ کے احوال کو بخوبی جانتے ہیں فرمایا ہے کہ:

ثَلَاثٌ مِمَّا حَقَّقَ اللَّهُ عَنْهَا بَيِّنَاتٌ فَلَمْ يَخْطِئْ
يَرَاهُ عَيْنٌ مِنْ جَنِّهِ مَعَهُ مَا تَقُولُ كَرَاهَةً تَقَالِي نَهْجًا

کیا ہر عین پائیے کہ اپنی زبانوں کو بھی ان سے پاں لکھیں

اور اسی قسم کا مقلد امام اجل حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے۔ والستلام

اقتلوا اعداء

مکتوب نمبر ۲۱

مولانا ابی محمد تہذیب بدھشتی کی طرف صادر فرمایا۔

ایک سوال کے جواب میں جو مولوی علیہ الرحمۃ کے مقلد کے بارہ میں کیا گیا تھا۔ اور مقام تکبیل و ارشاد کی

ضروری شرطوں کے بیان میں۔

میرے عزیز بھائی مولانا ابی محمد قدیم کا مکتوب مرغوب پہنچ کر فرحت کا موجب ہوا۔ حضرت حق تعالیٰ بھرت
النبی وآلہ الامجاد علیہ السلام کی نسبت پر چھپا تھا کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ وہ نازنین جو میری بغل میں

تھا وہ حق تعالیٰ تھا۔ آیا اس قسم کی باتیں کہنی جائز ہیں یا نہیں۔ تو جانتا چاہیے کہ اس قسم کی باتیں اس راہ میں بہت

واقع ہوتی ہیں اور زبان پر آتی ہیں۔ اس قسم کا معاملہ تجلی صوری کا ہے کہ صاحب معاملہ اس صورت سے تجلی کو حق تعالیٰ

خیال کرنا ہے۔ ورنہ بات دراصل وہی ہے جو شیخ بزرگ امام ربانی خواجہ پیرسعت ہمدانی قدس سرہ نے فرمائی ہے۔

تِلْكَ حَيَاةٌ لَا تَشْرَبُ بِهَا أَطْفَالُ الصَّرِيفَةِ

یہ وہ خیال ہیں جن سے طریقت کے بچوں کی تربیت کی

جاتی ہے۔

دوسرے یہ کہ چونکہ آپ کو طریقہ سکھانے کی ایک قسم کی اجازت دی گئی ہے۔ اس لیے اس بارہ میں چند ٹائپ

لکھے جاتے ہیں۔ گوشِ جوش سے سن کر ان پر عمل کریں۔

جانتا چاہیے کہ جب کوئی طالب آپ کے پاس راوت سے آئے۔ اس کے طریقہ سکھانے میں بڑا تامل کریں۔

شاید اس امر میں آپ کا استدراج مطلوب ہو اور غریبی منظور ہو۔ نامکرجب کسی مرید کے آنے میں خوشی و سرور پیدا

ہر۔ ترجاہیہ کہ اس بار میں التجا و تضرع کا طریق اختیار کر کے بہت سے استخارے کریں تاکہ یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ اس کو طریقہ سکھانا چاہیے۔ اور استدراج و خرابی مراد نہیں کیونکہ حق تعالیٰ کے بندوں میں تصرف کرنا اور اپنے وقت کو ان کے پیچھے ضائع کرنا خدائے تعالیٰ کے اذن کے بغیر جائز نہیں۔ آیت کریمہ:

لِيُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ تِلْكَ أَوَّلُ نُورٍ كَانَتْ تَوَلَّوْنَ كَوْنًا مِمَّا كَانَتْ تَعْرِفُونَ ۚ

یٰۤاٰیُّهَا الَّذِیْنَ كَانُوْا فِی الظُّلُمٰتِ اِذَا نُوْرٌ جَاءَکُمْ فَاَعْبُدُوْهُ ۚ

کے اذن سے۔

اسی مطلب پر دلالت کرتی ہے۔

ایک بزرگ فوت ہو گیا۔ اس کو خطاب ہوا کہ تو وہی ہے کہ جس نے میرے دین میں میرے بندوں پر زور پہنی تھی؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا کہ تو نے میری خلق کو میری طرف کیوں نہ چھوڑا اور دل کو کیوں نہ میری طرف متوجہ کیا؟

اور وہ اجازت جو آپ کو اور دوسروں کو دی گئی ہے چند شرائط سے مشروط ہے۔ اور حق تعالیٰ کی رضامندی کا علم حاصل کرنے پر وابستہ ہے۔ ابھی وقت نہیں آیا کہ مطلق اجازت دی جائے۔ اس وقت کے آنے تک شرائط کو اچھی طرح مد نظر رکھیں، اطلاع دینا شرط ہے۔ اور تبرع و نمان کی طرف بھی یہی لکھا گیا ہے، وہاں سے معلوم کر لیں۔ غرض کوشش کریں تاکہ وہ وقت آجائے اور شرائط کی تنگی سے چھوٹ جائیں۔ والسلام

مکتوب نمبر ۲۱۲

مولانا محمد صدیق بدخشی کی طرف سے ارسال ہوا۔

اس کے بعض سوالوں کے جواب میں جو اس نے پوچھے تھے۔ اور اس واقعہ کے حل میں جو اس نے دیکھا اور

لکھا تھا۔

آپ کے دو مکتوب مرغوب پے درپے پہنچ کر بڑی خوشی کا موجب ہوئے حضرت حق تعالیٰ میدا المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم بے شمار ترقیاں عطا فرمائے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ صاحب تصرفت پیر اپنے تصرف سے مستعد مرید کو ان مرتبوں میں جو اس کی استعداد سے بڑھ کر ہیں پہنچا سکتا ہے یا نہیں؟ ہاں پہنچا سکتا ہے لیکن ان بندہ مرتبوں میں جو اس کی استعداد کے مناسب ہیں۔ نہ ان مراتب میں جو اس کی استعداد کے مخالف ہیں۔ مثلاً وہ مرید جو ولایت موسوی کی استعداد رکھتا ہے۔ اور اس کی استعداد کی نہایت قوت اس ولایت کے نصف راقہ تک پہنچنے کی ہے۔ تو صاحب تصرفت پیر اس کو اس ولایت کے نہایت درجات تک پہنچا سکتا ہے لیکن یہ کہ اس کو ولایت موسوی سے ولایت محمدی میں لائے اور اس

ولایت میں اس کو ترقی بخشنے معلوم الوقوع نہیں ہے۔

اور نیز آپ نے پوچھا تھا کہ وہ کونسا مرتبہ ہے جس میں انھنی جو انسانی لطافت میں سے زیادہ لطیف ہے نفس امارہ کا حکم رکھتا ہے۔ اور دنارت و خست میں اس کے ساتھ مشابہت پیدا کرتا ہے۔

میرے بھائی کو معلوم ہو کہ انھنی اگرچہ لطافت میں سے لطیف ہے۔ لیکن دائرۃ امکان میں داخل ہے اور حدوث کے داغ سے داغدار ہے۔ جب سالک دائرۃ امکان سے پاؤں باہر رکھتا ہے اور مرتبہ وجوب میں میر فرماتا ہے۔ اور ظلال و جوبی سے ان کے اصولوں میں پہنچتا ہے اور صفت و شان کی قید سے بچھوٹ جاتا ہے۔ ناچار ممکن اس کو خوار و بے اعتبار نظر آتا ہے۔ اور اس کے احسن و اطہر کو دنارت و خست میں برابر دیکھتا ہے اور نفس و انھنی کو اس مقام میں یکساں خیال کرتا ہے۔

اور آپ نے لکھا تھا کہ بالواسطہ یا بلاواسطہ ہم نے سنا ہے کہ عبادت کے وقت حق تعالیٰ کو حاضر و ناظر دیکھ کر عبادت کرنا حق تعالیٰ کے تنزیل کا موجب ہے۔ بندہ کی طرح عبادت کرنی چاہیے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کو حاضر سمجھ کر عبادت کرنی ہے ادبی میں داخل ہے۔

اے محبت کے نشان والے! مجھے معلوم نہیں کہ اس فقیر سے اس قسم کی بات سرزد ہوئی ہو۔ کہیں اور جگہ سے دیکھی ہوگی۔

اور وہ واقعہ جو آپ نے لکھا تھا۔ اور اس واقعہ میں حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تھا بہت نیک اور اصلی ہے۔ پانی سے مراد علم ہے۔ اور اس میں ہر قدر دان علم میں قدرت کا حاصل ہوتا ہے۔ اور اس بارہ میں حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی مشارکت اس کے حاصل ہونے کی موکد و مؤید ہے۔ کیونکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت رحمن کے شاگرد ہیں:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا۔ لکھا ہے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام

پہیزوں کے نام۔

حاصل کلام یہ کہ اس واقعہ میں علم سے مراد علم باطن ہے۔ بلکہ علم باطن کی وہ قسم جو اہل بیت علیہم السلام کی نسبت سے مناسبت رکھتی ہے۔ والبقاق عند التلاقی۔ والسلام۔

مکتوب نمبر ۲۱۳

سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف صادر منبر آیا:

پند و نصائح کے بیان میں اور فرقہ ناجیہ یعنی ملائے اہل سنت و جماعت کی تابعداری کرنے اور
 بُرے علماء کی صحبت سے جنہوں نے علم کو دنیاوی اسباب حاصل کرنے کا وسیلہ بنایا ہے بچنے کی ترغیب میں۔
 عَمَّكَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ عَمَّا لَا يَنْبَغِي بِجَنَابِكَ
 حق تعالیٰ آپ کو آپ کے جہدِ بزرگوار علیہُ السلام والصلوة
 والسلام کی طفیل ان باتوں سے بچانے جو آپ کی
 جناب کے لائق نہیں ہیں۔
 الصَّلَوَاتُ وَالسَّلَامَاتُ

حق تعالیٰ فرماتا ہے:

هَذَا جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِنْكَ الْإِحْسَانُ۔ احسان کا بدلہ احسان ہے۔

فقیر نہیں جانتا کہ آپ کے احسان کا بدلہ کس احسان سے ادا کرے۔ سوائے اس بات کے کہ نیک و نیکوں میں
 سلامتی و اربین کی دعا سے تریزان رہے۔ اللہ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ یہ بات سبے نکلت حاصل ہے اور
 دوسرا احسان جو مکافات کے لائق ہے وہ پند و نصیحت ہے۔ اگر قبول ہو جائے تو رہے سعادت۔

اسے شرافت و نجات کے مرتبہ والے اقامتِ یقینوں کا خلاصہ دینداروں اور شریعت کے پابند لوگوں کے ساتھ
 میل جول رکھنا ہے۔ اور دین و شریعت کا پابند ہونا تمام اسلامی فرقوں میں سے فرقہ ناجیہ یعنی اہل سنت و جماعت
 کے طریقہ حقہ کے سلوک پر وابستہ ہے۔ ان بزرگواروں کی متابعت کے بغیر نجات محال ہے اور ان کے عقاید
 کی اتباع کے بغیر خلاصی و شوار ہے تمام عقلی و نقی و کشفی و بلیں اس بات پر شاہد ہیں۔ ان میں سے کسی میں خلافت
 کا احتمال نہیں ہے۔ اگر معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص ان بزرگواروں کے سیدھے راستے سے ایک راہی کے برابر
 بھی الگ ہو گیا، تو اس کی صحبت کو نہ ہر فانی جانتا چاہیے، ورنہ اس کی عنایتیں کو نہ ہر بار خیال کرنا چاہیے۔ میاں
 طالب علم خواہ کسی فرقہ کے ہو، دین کے چور ہیں۔ ان کی صحبت سے بھی بچنا ضروری ہے۔ یہ سب فتنہ و فساد
 جو دین میں پیدا ہوا ہے اسی لوگوں کی کم بختی سے ہے کہ انہوں نے دنیاوی اسباب کی خاطر اپنی آخرت کو برباد
 کر دیا ہے۔

أُولَئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الضَّلَالَةَ بِأَنَّهُمْ
 یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی
 فَمَا اسْتَرَبَتْ رَبَّهَا تَهْصُ وَمَا كَانُوا
 خریدی ہیں ان کی اس تجارت نے ان کو نفع نہ دیا اور
 ضللتہم۔ انہوں نے ہدایت پائی۔

و شخص نے بیس میں کو دیکھا کہ مسودہ اور فارغ میٹھا ہے۔ اور گمراہ کرنے اور ہلکانے سے باز نہ کرنا دیکھا
 ہوا ہے۔ اس کا سبب پوچھا۔ یعنی نے کہا اس وقت کے بُرے علماء میرا کام کر رہے ہیں اور گمراہ کرنے اور
 نہانے کے ذمہ دار بن چکے ہیں۔

وہاں کے طالبوں سے مولانا عمر بہت نیک طبع آدمی ہے۔ بشرطیکہ آپ اس کو حوصلہ دیں اور حق کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ اور حافظ امام بھی اسلام کا سنون رکھتا ہے۔ کیونکہ اسلام میں اس قسم کا جنون ضرور ہونا چاہیے:

لَنْ يُؤْمِنَ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يُقَالَ إِنَّهُ
لَمْ يَسْمَعْ مِنْ رَّبِّهِ شَيْئًا

نہ میں سے کوئی ایمان دار نہ ہوگا جب تک اس کو دیوانہ
بھی نہیں کہہ جائے۔

آپ کو معلوم ہے کہ اس فقیر نے تقریراً و تحریراً نیک صحبت کی ترغیب میں کوتاہی نہیں کی اور بری صحبت سے بچنے کے لیے مبالغہ کرنے میں اپنے آپ کو معاف نہیں رکھا۔ کیونکہ فقیر اسی کو اصل عظیم ہانتا ہے۔ آگے قبول کرنا آپ کے اختیار میں ہے۔ بلکہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے:

فَعَلَوْ فِي لَيْسَ جَعَلَهُ اللَّهُ مُتَّبِعًا لَهُ مَطْهَرًا
الْخَيْرِ

پس اس شخص کے لیے بہارک ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے
خیر کا مظہر بنایا۔

آپ کے احسانوں کی یاد اس گفت کو پر آمادہ کرتی ہے اور رنج و ملں کے لاحقہ کو درمیان سے اٹھا دیتی ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر ۲۱۴

فاضلان کی طرف سے موصولہ:

اس بیان میں کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اور اس سوالی مشہور کے جواب میں کہ کفار کو کفر موت کے باعث دائمی عذاب کیوں ہوگا۔ اور ایک حاجت مند کی سفارش میں۔

طَوْفِي لَيْسَ جَعَلَهُ اللَّهُ مُتَّبِعًا لَهُ مَطْهَرًا
الْخَيْرِ

بہارک ہے وہ شخص جس کو نہ اپنے تعالیٰ نے نیک کا مظہر
بنایا۔

حق تعالیٰ نے دنیا آخرت کی کھیتی بنایا ہے۔ وہ شخص بڑا ہی بد نصیب ہے جو سب کا سب بیچ کھا جائے اور استعداد کی نسبت میں نہ ڈرائے اور ایک دانہ سے سات سو دانہ نہ بنائے اور اس دن کے لیے کہ بھائی بھائی سے بھاگے گا اور اس بیٹے کی خبر نہ لے گی کچھ ذخیرہ نہ کرے۔ ایسے شخص کو دنیا و آخرت کا خسارہ حاصل ہے۔ اور سوائے حسرت و ہمدامت کے کچھ فائدہ نہیں۔ نیک بخت لوگ دنیا کی فرصت کو غنیمت جانتے ہیں۔ نہ اس غرض کے لیے کہ دنیا کی لذتوں اور نعمتوں سے عیش و عشرت حاصل کریں۔ جو باوجود اس قدر قیمتیوں اور نیکوئیوں کے ناپائدار اور بے ثبات ہیں۔ بلکہ اس غرض کے لیے کہ اس فرصت میں کاشتہ ری کریں۔ اور نیک عمل کے ایک دانہ

سے دَاللہُ یَصْأَعِفُّ لِمَنْ یَشَاءُ کے بموجب بے نہایت ثمرات حاصل کریں۔ یہی وجہ ہے کہ چند روزہ اعمال صالحہ کی جزا ہمیشہ کا آرام مقرر فرمایا ہے:

وَاللّٰهُ دُوَّ الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ
اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اگر پڑھیں کہ محسنات میں اجر کئی گنا ہے اور برائیوں میں ان کے مثل جزا ہے تو پھر کفار کو چست روزہ برائیوں کے عوض ہمیشہ کا عذاب کیوں ہوگا؟ میں کہتا ہوں کہ عمل کے لیے جزا کا ہم مثل ہونا واجب تعالیٰ کے علم پر موقوف ہے جس کے سمجھنے سے ممکن کا علم قاصر ہے۔

مثلاً لذت محسنات یعنی نیک بیاہی عورتوں کو زنا کی تمت لگانے میں اس کے ہم مثل جزا اسی کو دے فرمائی ہے۔ اور چوری کی حد میں چور کا دایاں ہاتھ کاٹ ڈالنا اس کی جزا ہے۔ اور زنا کی حد میں کنوارے کا کنوارے کے ساتھ زنا کرنے کی صورت میں سو کوڑے یا ایک سال کی جلا وطنی مقرر کی ہے۔ اور شادی شدہ آدمی کا شادی شدہ عورت کے ساتھ زنا کی صورت میں رجم یعنی سنگسار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ ان حدود اور تقذیرات کا علم انسان کی طاقت سے خارج ہے:

ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ۔
یہ خدا سے عزیز و علیم کا افاذہ ہے۔

پس کفار کے بارہ میں حق تعالیٰ نے کفر موت کے موافق ہمیشہ کا عذاب جزا فرمائی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ کفر موت کی ہم مثل جزا یہی ہمیشہ کا عذاب ہے۔ اور وہ شخص جو تمام احکام شرعیہ کو اپنی عقل کے مطابق کرنا چاہے اور عقلی دلائل کے برابر کرنا چاہے، وہ شان نبوت کا منکر ہے۔ اس کے ساتھ کلام کرنا بیوقوفی ہے

۷
زناں کس کے بعترائیں خبر نہ رہی
آنست جو ابشس کہ جوابش نہ دہی

وہ جو قرآن و حدیث پر ایمان نہیں رکھتا اس کا جواب یہ ہے کہ تو اس کو جواب ہی نہ دے۔

باقی مطلب یہ ہے کہ عالمِ رقیہ ہند امیاں شیخ احمد مغفرت پناہ شیخ سلطان تغا فیسری کا بیٹا ہے آپ کی اُن مربانیوں اور احسانوں کو یاد کر کے جو آپ نے اس کے والد بزرگوار کی نسبت کیے تھے، اس فقیر کو وسیلہ بنا کر آپ کی خدمتِ علیہ میں حاضر ہوتا ہے۔ اور آپ کی مربانیوں میں سے ایک مربانی یہ تھی کہ ایک موضع جو پرگنہ اندری میں انعام فرمایا ہوا تھا۔ آگے آپ کا اختیار ہے۔ بلکہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی اٰتِیْعِ الْاٰہِدٰی
اور سلام ہو آپ پر اور اُن لوگوں پر جو ہدایت کے راستہ پر
وَالنَّزَمُ مَتَابَعَةً الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ
چلے اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت
الصَّلَوَاتُ وَالسَّلَامَاتُ۔
کو لازم پکڑا۔

مکتوب نمبر ۲۱۵

دنیا کی مذمت میں میرزا داراب کی طرف لکھا۔

مکتوب شریف جو طبعی استعداد کی غیبی سے بڑی عاجزی کے ساتھ ان بے سامان فقراء کی طرف ارسال کیا تھا پہنچا۔ حق تعالیٰ آپ کو اپنے حبیب علیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے جزائے غیر عطا کرے۔
اے فرزند دنیا دار اور دولت مند بڑی بلا میں گرفتار ہیں اور ابتلائے عظیم میں مبتلا ہیں۔ کیونکہ دنیا کو جو حق تعالیٰ کی مغفرت ہے اور تمام نجاتوں سے زیادہ سردار ہے ان کی نظروں میں آلاستہ اور سیراستہ ظاہر کیا ہے جس طرح کہ نجاست کہ سونے سے طبع کریں اور زہر کو شکر میں ملا دیں۔ حالانکہ عقل دور اندیش کو اس کمینہ کی برائی سے آگاہ کر دیا ہے اور اس ناپسندیدہ کی قیامت پر ہدایت و دلالت فرمائی ہے۔ اسی واسطے علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ میرا مال زمانہ کے عقلمند کو دیں تو زائد کو دینا چاہیے، جو دنیا سے بے رغبت ہے۔ اور اس کی وہ بے رغبتی اس کی کمال عقل سے ہے۔ اس کے علاوہ صرف عقل کے ایک گواہ پر کفایت نہیں کی، نقل کا دوسرا گواہ بھی اس کے ساتھ شامل کر دیا ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے جو اہل جہان کے لیے سراسر رحمت ہیں اس کھوٹے اسباب کی حقیقت پر اطلاع بخشی ہے، اور اس فاسدہ مکان کی محبت و تعلق سے بہت منع فرمایا ہے۔

ان دو عادل گواہوں کے موجود ہوتے بھی اگر کوئی شکر مہموم کی طبع پر زہر کھالے اور خیالی سونے کی امید پر نجاست اختیار کرے تو وہ شخص بڑا ہی بیوقوف اور احمق ہے۔ بلکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اخبار کا منکر ہے۔ ایسا شخص منافق کا حکم رکھتا ہے کہ اس کا ظاہری ایمان آخرت میں اس کو کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اور اس کا نتیجہ دنیاوی خون اور مال کے بچاؤ کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔ آج غفلت کی دہائی کا نوں سے نکالنی چاہیے۔ ورنہ کل حسرت و ندامت کے سوا کچھ سرمایہ حاصل نہ ہوگا۔ — خبر کن ضروری ہے۔

عبد اندرزمن بزازین است

کہ تو طفل و خانہ رنگین است

میری طرف سے تجھے پوری نصیحت یہ ہے کہ توبہ ہے اور گھر بزار رنگین اور خوبصورت ہے۔

مکتوب نمبر ۲۱۶

میرزا احسان الدین احمد کی طرف صادر فرمایا۔

اس بات کے مجید میں کہ بعض اولیاء اللہ سے خوارق بکثرت ظہور میں آتے ہیں اور بعض اولیاء اللہ سے کم۔ اور مقام ارشاد و تکمیل کے اتم ہونے اور اس کے مناسب بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَ
السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ
الطَّاهِرِیْنَ اٰجَمِیْنَ

دل مست میں آتا ہے کہ جب دو منزل کے درمیان بعد صوری حاصل ہے اور ظاہری وقایع فقہ ہو گئی ہے، تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی بعض علوم و معارف یا رموز کی طرف لکھے جائیں۔ اس واسطے کبھی کبھی اس قسم کی باتیں لکھتا رہتا ہے۔ ایسا ہے کہ طال کا باعث نہ ہوں گی۔ میرے مخدوم! چونکہ ریت کی بکث درمیان ہے اور عوام کی نظر خوارق کے ظاہر ہونے پر لگی ہے اس لیے اس قسم کی بعض باتوں کا درجہ کیا جاتا ہے۔ ذرا غور سے سنئے گا۔

ولایت فناء بقا سے عبارت ہے کہ خوارق اور کشف خواہ کم ہوں یا زیادہ اس کے لازم سے ہیں۔ لیکن یہ نہیں کہ جس سے خوارق زیادہ ظاہر ہوں اس کی ولایت بھی اتم ہو۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ خوارق بہت کم ظاہر ہوتے ہیں مگر ولایت اکمل ہوتی ہے۔

خوارق کے بکثرت ظاہر ہونے کا مدار دو چیزوں پر ہے۔ عروج کے وقت زیادہ بلند جانا، اور نزول کے وقت بہت کم نیچے اترنا۔ بلکہ کثرت خوارق کے ظہور میں اصل علیم قلت نزول یعنی بہت کم نزول کرنا ہے عروج کی جانب خواہ کسی کیفیت سے ہو۔ کیونکہ صاحب نزول عالم اسباب میں اتر آتا ہے۔ اور اشیاء کے وجود کو اسباب سے وابستہ معلوم کرتا ہے اور مسبب الاسباب کے فعل کو اسباب کے پردے میں پیچھے دیکھتا ہے۔ اور وہ شخص کہ جس نے نزول نہیں کیا یا نزول کر کے اسباب تک نہیں پہنچا اس کی نظر صرف مسبب الاسباب کے فعل پر ہے۔ کیونکہ مسبب الاسباب کے فعل پر اس کی نظر ہونے کے باعث تمام اسباب اس کی نظر سے مرتفع ہو گئے ہیں۔ پس حق تعالیٰ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کے عین کے موافق علیحدہ علیحدہ معاملہ کرتا ہے۔ اسباب کو دیکھنے والے کا کام اسباب پر ڈال دیتا ہے۔ اور وہ جو اسباب کو نہیں دیکھتا اس کا کام اسباب کے وسیلہ کے غیر

مہیا کر دیتا ہے۔ حدیث قدسی
 اَنَا عِنْدَ ظَنِّیْ عَبْدِیْ
 اس مطلب کی گواہ ہے۔

ہمت مدت تک دل میں کھٹکتا رہا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ اس امت میں اسکل اولیا بہت گزرے ہیں مگر جس قدر عوارق حضرت سید محمد الدین جیلانی قدس سرہ سے ظاہر ہوئے ہیں۔ ویسے عوارق ان میں سے کسی سے ظاہر نہیں ہوئے۔ آخر کار حق تعالیٰ نے اس معاکا بعید ظاہر کر دیا اور قبلا دیا کہ ان کا عروج اکثر اولیاء اللہ سے بلند تر واقع ہوا ہے۔ اور نزول کی جانب میں مقام روح تک نیچے اترے ہیں جو عالم اسباب سے بلند تر ہے۔ خواجہ حسن بصری اور حبیب عجمی قدس سرہما کی حکایت اسی مقام کے مناسب ہے۔

منقول ہے کہ ایک دن حسن بصری دریا کے کنارے پر کھڑے ہوئے کشتی کا انتظار کر رہے تھے کہ دریا پار ہو۔ اسی اثنا میں خواجہ حبیب عجمی بھی آنے لے۔ پوچھا آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں؟ عرض کیا کہ کشتی کا انتظار رہا ہوں۔ حبیب عجمی نے فرمایا کہ کشتی کی کیا حاجت ہے؟ کیا آپ یقین نہیں رکھتے؟ خواجہ حسن بصری نے کہا کہ آپ علم نہیں رکھتے۔ عرض خواجہ حبیب عجمی کشتی کی مدد کے بغیر دریا گزر گئے اور خواجہ حسن بصری کشتی کے انتظار میں کھڑے رہے۔

خواجہ حسن بصری نے چونکہ عالم اسباب میں نزول کیا ہوا تھا اس لیے اس کے ساتھ اسباب کے وسیلے سے معاملہ کرتے تھے۔ اور حبیب عجمی نے چونکہ پورے طور پر اسباب کو نظر سے دور کر دیا ہوا تھا اس کے ساتھ اسباب کے وسیلے کے بغیر زندگانی بسر کرتے تھے۔ لیکن فضیلت حضرت خواجہ حسن بصری کے لیے ہے جو صاحب علم ہیں اور جنہوں میں یقین کو علم یقین کے ساتھ جمع کیا ہے، اور اشیاء کو جیسی کہ وہ ہیں جانا ہے۔ کیونکہ قدرت کی اصل حقیقت کو حکمت کے پیچھے پوشیدہ کیا ہے۔ اور حبیب عجمی صاحب سکر ہیں اور فاعل حقیقی پر یقین رکھتے ہیں۔ بغیر اس بات کے کہ اسباب کا درمیان میں دخل ہو۔

یہ وہ نفس امر کے مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ اسباب کا وسیلہ واقع کے اعتبار سے ثابت و کائن ہے۔ لیکن تکمیل و ارشاد کا معاملہ ظہور عوارق کے معاملہ کے برعکس ہے۔ کیونکہ مقام ارشاد میں جس کا نزول جس قدر زیادہ ہوگا اسی قدر وہ زیادہ کامل ہوگا۔ کیونکہ ارشاد کے لیے مرشد و مترشد کے درمیان اس مناسبت کا حاصل ہونا ضروری ہے جو نزول پر وابستہ ہے۔

اور جانتا چاہیے کہ جس قدر کوئی اوپر جاتا ہے اسی قدر نیچے آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم و ترمذی و سانی و ابن ماجہ۔

غایت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب زیادہ اوپر گئے اور نزول کے وقت سب نیچے آ گئے۔ اسی واسطے آپ کی دعوت اتم ہوئی اور آپ تمام خلق کی طرف بھیجے گئے کیونکہ نہایت نزول کے باعث سب کے ساتھ مناسبت پیدا کی اور افادہ کا راستہ کامل تر ہو گیا۔ اور بسا اوقات اس راہ کے متوسطوں سے اس قدر طالبوں کا فائدہ وقوع میں آتا ہے جو غیر مرجوع منتہیوں سے میسر نہیں ہوتا۔ کیونکہ متوسط غیر مرجوع منتہیوں کی نسبت قندیلوں کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔

اسی سبب سے شیخ الاسلام ہر وی قدس سرہ نے کہا ہے کہ اگر خرقانی اور محمد تصاب موجود ہوتے تو میں تم کو محمد تصاب کے پاس بھیجتا اور خرقانی کی طرف نہ جانے دیتا۔ کیونکہ وہ خرقانی کی نسبت تمہارے لیے زیادہ فائدہ مند ہوتا یعنی خرقانی منتہی تھے۔ مرید آپ سے بہت کم فائدہ حاصل کرتے تھے یعنی منتہی غیر مرجوع تھے نہ کہ مطلق منتہی کیونکہ کامل افادہ کا نہ ہونا اس کے حق میں غیر واقع ہے۔ کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ منتہی تھے۔ حالانکہ آپ کا افادہ سب سے زیادہ تھا۔ پس افادہ کے کم یا زیادہ ہونے کا مدار مرجوع اور جموط پر ہے نہ کہ انتہا اور عدم انتہا پر۔

یہاں ایک نکتہ ہے جس کا جاننا نہایت ضروری ہے۔ وہ یہ کہ جس طرح نفس ولایت کے حاصل ہونے میں ولی کو اپنی ولایت کا علم ہونا شرط نہیں ہے جیسے کہ مشہور ہے۔ اسی طرح اس کو اپنے خوارق کے وجود کا علم ہونا بھی شرط نہیں ہے۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ رگ کسی ولی سے خوارق نقل کرتے ہیں۔ اور اس کو ان خوارق کی نسبت بالکل اطلاع نہیں ہوتی۔ اور وہ اولیاء جو صاحب علم اور کشف ہیں ان کے لیے جائز ہے کہ اپنے بعض خوارق پر اس کو اطلاع دے دیں۔ بلکہ ان کی مثالیہ صورتوں کو متعدد مکانوں میں ظاہر کریں اور دور و دراز جگہوں میں ان صورتوں سے ایسے عجیب و غریب کام ظہور میں لائیں جن کی اس صورتوں والے کو ہرگز اطلاع نہیں ہے۔ ج

ازاد و شما بہانہ ساختہ اند

جانا اور تمہارا تو صرف بہانہ ہے اصل فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔

حضرت مخدوم قبلہ گاہی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک بزرگ گستاخا کہ عجیب کار و بار ہے کہ لوگ اطراف و جوارب سے آتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں ہم نے آپ کو کہ عظمیٰ میں دیکھا ہے اور موسم حج میں حاضر پایا ہے اور ہم نے آپ سے مل کر حج کیا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو بغداد میں دیکھا ہے۔ اور اپنی دوستی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور میں ہرگز اپنے گھر سے باہر نہیں نکلا ہوں۔ اور نہ ہی کبھی اس قسم کے آدمیوں کو دیکھا ہے کہنتی بڑی تمت ہے جو ناحق مجھ پر لگاتے ہیں :

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْأُمُورِ مَجْمَعًا۔ سب امور کی اصل حقیقت کو اللہ ہی جانتا ہے۔

اس سے زیادہ لکھنا طول کلامی ہے۔ ہاں اگر آپ کی طلب اور پیاس زیادہ معلوم کی تو نسبت بلند ہی اس سے زیادہ کچھ لکھا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مکتوب نمبر ۲۱

اطلاہ پر بخشی کی طرف لکھا:

اس بیان میں کہ باطنی نسبت جس قدر حیرت و جہالت کی طرف جائے اسی قدر بہتر ہے۔ اور اسی بیان میں کہ کیا باعث ہے کہ اولیاء اللہ کے بعض کشف غلط واقع ہوتے ہیں اور ان کے خلاف ظاہر ہوتا ہے۔ اور نقصانے معلق اور نقصانے مبرم کے درمیان فرق اور ان میں سے ہر ایک کے حکم میں۔ اور اس بیان میں کہ جو کچھ نفس اور اعتبار کے لائق ہے وہ کتاب و سنت ہے۔ اور اس بیان میں کہ بعض طالبوں کو طریقہ سکھانے کی اجازت دینا ان کے کمال اور تکمیل کی علامت نہیں ہے، اور اس کے متعلق امور میں۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَعَلَى
آلِهِ الطَّاهِرِينَ أَجْمَعِينَ۔ تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔ لا
سید المرسلین اور آپ کی آل پاک پر صلوٰۃ و
سلام ہو۔

مدت گزری ہے کہ اپنے دو مضامع سے آپ نے اطلاع نہیں دی۔ ہر حال میں استقامت مطلوب ہے۔ کوشش کریں کہ از روئے عمل اور اعتقاد کے سر مو خلاف شریعت سرزد نہ ہو۔ اور باطنی نسبت کی خطا نہایت ہی ضروری ہے۔ اور باطنی نسبت جس قدر جہالت کی طرف جائے اسی قدر زیادہ ہے اور جس قدر حیرت تک پہنچے اسی قدر بہتر ہے۔ کیونکہ کشف النہی اور ظہورات اسمانی سب راستہ کے درمیان ہیں۔ وصول کے بعد یہ سب کم ہو جاتے ہیں۔ اور جہالت اور غلطی کے نہ پانے کے سوا کچھ نہیں رہتا۔ کشف کوئی کی نسبت کیا لکھا جائے کیونکہ ان میں خطا کی مجال بہت ہے اور غلطی کا گمان غالب ہے۔ ان کے عدم و وجود کو یکساں جانتا چاہیے۔ اگر دیکھیں کہ کیا سبب ہے کہ بعض کوئی کشف میں جو اولیاء اللہ سے صادر ہوتے ہیں غلطی واقع ہو جاتی ہے اور ان کے برخلاف ظہور میں آتا ہے۔

مثلاً غیر دی کہ فلاں آدمی ایک ماہ کے بعد مر جائے گا۔ یا سفر سے واپس وطن میں آئے گا۔ اتفاقاً ایک ماہ کے بعد ان دونوں باتوں میں سے کوئی بھی وقوع میں نہ آئی، تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ چیز جس کا کشف ہوا ہے

اور اس کی خبر دی گئی ہے اس کا حاصل ہونا شرائط پر مشروط تھا کہ صاحب کشف نے اس وقت ان شرائط سے مفصل طور پر اطلاع نہیں پائی، اور مطلق طور پر اس شے کے حاصل ہونے کا کیا حکم ہے۔ یا یہ وہ ہے کہ روح محفوظ کے احکام میں سے کوئی حکم عارف پر ظاہر ہوا ہے کہ وہ حکم فی نفسہ محمود اثبات کے قابل ہے۔ اور قضایا میں معلق کی قسم سے ہے۔ لیکن اس عارف کو اس حکم کے محمود اثبات کی تعلیق اور قابلیت سے کچھ خبر نہیں ہے اس صورت میں اگر اپنے علم کے موافق حکم کرے گا تو اس میں ضرور ہی غلطی کا احتمال ہو گا۔

لکھا ہے کہ ایک دن حضرت جبریل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت پیغمبر علیہ السلام علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک شخص کے حق میں یہ خبر دی کہ یہ جوان کل صبح ہوتے ہی مر جائے گا۔ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس جوان کے حال پر رحم آیا۔ اس سے پوچھا کہ تو دنیا سے کیا آرزو رکھتا ہے ؟ اس نے عرض کیا کہ دو چیزیں۔ ایک کنواری۔ دوسری صلوات۔ حضور نے دونوں چیزیں مینا کرنے کا حکم فرمایا۔ وہ جوان اپنی میری کے ساتھ خلوت میں بیٹھا مواتھا۔ اور وہ صلوات کا طبق ان کے آگے رکھا تھا کہ اسی اثنا میں ایک سائل محتج نے دروازہ پر آکر اپنی حاجت کو ظاہر کیا۔ اس جوان نے وہ صلوات کا طبق اٹھا کر اس فقیر کو دے دیا۔ جب صبح ہوئی حضرت پیغمبر علیہ السلام کو اس جوان کے مرنے کی خبر کا انتظار کرنے لگے۔ جب دیر ہو گئی تو فرمایا کہ اس جوان کی خبر لاؤ کہ کیا حال ہے ؟ معلوم ہوا کہ خوش و خرم ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حیران رہ گئے۔ اسی اثنا میں حضرت جبریل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس صلوات کے صدقہ نے اس جوان کی بلا کو دفع کیا۔ جب اس کے بستر سے کودیکھا تو اس کے نیچے ایک بڑا سانپ مر رہا پایا اور اس کے پیٹ میں اس مقدار کا پڑا ہوا دیکھا کہ صلوات کی زیادتی سے جان دے دی۔

لیکن یہ فقیر اس نقل کو پسند نہیں کرتا اور جبریل علیہ السلام پر خطا تجویز نہیں کرتا کیونکہ وہ وحی قلعی کا حامل ہے اور وحی کے حامل پر خطا کا احتمال تجویز کرنا بڑا جانتا ہے۔ ہاں اگر یہ کہیں کہ اس کی عصمت و امانت اور خطا کا احتمال نہ ہونا اس وحی سے مخصوص ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے صرف تبلیغ پر موقوف ہے۔ اور اس خبر میں اس قسم کی وحی نہیں ہے۔ بلکہ علمی اخبار ہے اور روح محفوظ سے مستفاد ہے جو محمود اثبات کا محل ہے۔ تو اس خبر میں خطا کی مجال ہو سکتی ہے۔ برخلاف وحی کے جو مجرد تبلیغ ہے۔ پس دونوں میں فرق ظاہر ہو گیا۔ جیسے کہ شہادت اور اخبار کے درمیان فرق ہے۔ کیونکہ اول شرع میں معتبر ہے اور دوسرا غیر معتبر۔

اسے میرے سعادت مند بھائی ! آپ کو معلوم کرنا چاہیے کہ قضا و قسم پر ہے :

(۱) قضا سے معلق (۲) قضا سے مبرم۔

قضا سے معلق میں تغیر و تبدل کا احتمال ہے اور قضا سے مبرم میں تغیر و تبدل کی مجال نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے:

مَا يَبْدِلُ الْقَوْلَ كَذِبًا - میرا قول کبھی تبدیل نہیں ہوتا۔

یہ قضاے مبرم کے بارہ میں ہے۔ اور قضاے معلق کے بارہ میں فرماتا ہے:

يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ مَا يَشَاءُ وَدَعْدُهُ - جسے چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثابت

اُمُّ الْكِتَاب - رکھتا ہے۔ اور اس کے پاس اُمُّ الْكِتَاب ہے۔

میرے حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سید محمدی الدین جیلانی قدس سرہ نے اپنے بعض رسالوں میں لکھا ہے کہ قضاے مبرم میں کسی کو تبدیلی کی مجال نہیں ہے، مگر مجھے ہے۔ اگرچہ ہم تو میں اس میں بھی تصرف کروں۔ اس بات سے بہت تعجب کیا کرتے تھے، اور بعد از فہم فرماتے تھے۔

یہ نقل بہت مدت تک اس فقیر کے ذہن میں رہی۔ یہاں تک کہ حضرت حق تعالیٰ نے اس دولت سے مشرف فرمایا۔ ایک دن ایک بلیہ کے وضع کرنے کے درپے ہوا جو کسی دوست کے حق میں مقرر ہو چکی تھی۔ اس وقت بڑی احتیاج اور عاجزی اور نیاز و خستہ کی، تو معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں اس امر کی قضا کسی امر سے معلق اور کسی شرط پر مشروط نہیں ہے۔ اس بات سے بڑی یاس و ناامیدی حاصل ہوئی اور حضرت سید محمدی الدین قدس سرہ کی بات یاد آئی۔ دوبارہ پھر ملتی اور متفرغ ہوا۔ اور بڑی عجز و نیاز سے مترجم ہوا۔ تب محض فضل و کرم سے اس فقیر پر ظاہر کیا گیا کہ قضاے معلق دو طرح پر ہے۔ ایک وہ قضا ہے جس کا معلق ہونا لوح محفوظ میں ظاہر ہوا ہے اور فرشتوں کو اس پر اطلاع دی ہے۔ اور دوسری وہ قضا ہے جس کا معلق ہونا صرف خدا تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ اور لوح محفوظ میں قضاے مبرم کی صورت رکھتی ہے۔ اور قضاے معلق کی اس دوسری قسم میں بھی پہلی قسم کی طرح تبدیلی کا احتمال ہے۔

پھر معلوم ہوا کہ حضرت سید قدس سرہ کی بات بھی اسی اخیر قسم پر موقوف ہے جو قضاے مبرم کی صورت رکھتی ہے۔ نہ اس قضا پر جو حقیقت میں مبرم ہے۔ کیونکہ اس میں تصرف و تبدیلی عقلی اور شرعی طور پر محال ہے اور حق یہ ہے کہ جب کسی کو اس قضا کی حقیقت پر اطلاع ہی نہیں ہے، تو پھر اس میں تصرف کیسے کر سکے؟ اور اس آفت و مصیبت کو جو اس دوست پر پڑی تھی قسم اخیر میں پایا۔ اور معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے اس بلیہ کو دفع فرمادیا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ حَمْدًا كَثِيْرًا
اِس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے ایسی حمد کثیرہ و طیبہ
طَيِّبًا مُّبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبَّنَا
اور مبارک جیسے کہ ہمارا رب چاہتا اور پسند کرتا ہے
وَيَرْضَاهَا وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّاتُ
اور اُلوین و آخرین کے سرور اور انبیا و مرسلین کے

عَلَى سَيِّدِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ خَلْقَهُ
الْأَوَّلِيَّ وَالْمُرْسَلِينَ الَّذِي أَرْسَلَ رَحْمَةً
لِّلْعَالَمِينَ وَعَلَى إِلَهٍ وَاعْتَصِمُوا بِهِ وَعَلَى جَمِيعِ
إِخْوَانِهِ مِنَ النَّاسِيئِينَ وَالصَّادِقِينَ
وَالشُّهَدَاءِ وَالْمُحْسِنِينَ وَالْمُتَّقِينَ
الْمُؤْمِنِينَ أَجْمَعِينَ. اللَّهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ
مُجْتَبِيهِمْ وَمَتَابِعِي أَتَاكِهِهِمْ يَرْزُقُكَ هَؤُلَاءِ
الْكِبَرَاءُ وَيَرْحَمُ اللَّهُ عَبْدًا قَالِ آمِينَ.

ختم کرنے والے پر جس کرامتِ تعالیٰ نے اہل جہان کے
لیجے رحمت بنا کر بھیجا اور ان کی آل و اصحاب اور ان کے
تمام بھائیوں یعنی نبیوں اور صدیقیوں اور شہیدوں
اور نیکوں اور تمام مقرب فرشتوں پر صلوة و سلام
و تحیة ہو۔ یا اللہ! تو ہم کو ان بزرگواروں کی برکت سے
ان سب کا محبت اور ان کے افعال کا تابعدار بنا۔
اور اللہ تعالیٰ رحم کرے اس بندے پر جس نے
آمین کہا۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بعض اوقات بعض علوم الہامی میں بھی جو خطا ہو جاتی ہے اس کا
سبب یہ ہے کہ بعض مسلّم مقدمات جو صاحب الہام کے نزدیک ثابت اور حقیقت میں کا فب ہیں علوم الہامی کے
کے ساتھ اس طرح مل جاتے ہیں کہ صاحب الہام تیرہ نہیں کر سکتا، بلکہ تمام علوم کو الہامی خیال کرتا ہے۔ پس ان علوم کے
بعض اجزاء میں خطا ہونے کے باعث مجموع علوم میں خطا واقع ہو جاتی ہے۔ اور نیز کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کشف اور
واقعات میں امور فیسی کو دیکھتا اور خیال کرتا ہے کہ ظاہر پر محمول ہیں اور صورت پر منحصر ہیں۔ تو اس خیال کے موافق
حکم کرتا ہے اور خطا واقع ہو جاتی ہے۔ اور نہیں جانتا کہ وہ امور ظاہر کی طرف سے پھرے ہوئے ہیں اور تاویل و تغیر
پر محمول ہیں۔ اس مقام پر تمام کشف غلط واقع ہوتے ہیں۔

غرض جو کچھ قطعی اور اعتبار کے لائق ہے وہ صرف کتاب و سنت ہے جو وحی قطعی سے ثابت ہوئے ہیں اور
فرشتہ کے نازل ہونے سے مقرر ہوئے ہیں۔ اور علماء کا اجماع اور مجتہدین کا اجتہاد بھی انہی دو اصولوں کی طرف
راجع ہے۔ ان چار شرعی اصول کے سوا اور جو کچھ ہو، خواہ صوفیہ کے علوم و معارف ہوں اور خواہ ان کے کشف
الہام اگر ان اصول کے موافق ہیں تو مقبول ہیں ورنہ مردود۔ وہاں وجد و حال کو جب تک شرع کی میزان پر نہ
قول میں نیم جو سے بھی نہیں خریدتے۔ اور کثوف و الہام کو جب تک کتاب و سنت کی کسوٹی پر نہ پرکھ لیں، نیم
وام کے بارے میں پسند نہیں کرتے۔

طریق صوفیہ کے سلوک سے مقصود یہ ہے کہ معتقدات شرعیہ کی حقیقت پر جو ایمان کی حقیقت میں یقین
زیادہ ہو جائے اور احکام شرعیہ کے ادا کرنے میں آسانی حاصل ہو نہ کچھ اور امر اس کے سوا کیونکہ رویت کا وعدہ
آخرت کو ہے اور دنیا میں ثابت نہیں ہے۔

اور وہ مشاہدات اور تجلیات جن پر صوفیہ خوش ہیں وہ ظلال سے آرام اور شبہ و مثال کے ساتھ

تسل کیے بیٹھے ہیں۔ حق تعالیٰ وراہ اورا ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر ان مشاہدوں اور تجلیوں کی پوری پوری حقیقت بیان کروں تو اس راہ کے مبتدیوں کی طلب میں فتور پڑ جائے گا اور ان کے شوق میں قصور واقع ہو جائے گا۔ اور اس سے بھی ڈرتا ہوں کہ اگر باوجود علم کے کچھ نہ کموں تو حق باطل سے ڈارے گا۔ البتہ اس قدر ضرور ظاہر کرتا ہوں کہ اس راہ کی تجلیات و مشاہدات کو موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیار کی تجلی و شہود کی کسوٹی پر پرکھنا چاہیے۔ اگر درست نہ ہوں تو ناچار ظلال اور شبہ و مثال پر محمول کرنے چاہیے۔ تو پھر شاید درست ہوں کیونکہ تجلی سے مقصود دک و فلک یعنی پارہ پارہ ہونا ہے اور دنیا میں اس سے چارہ نہیں ہے خواہ باطن پر تجلی ہوں خواہ ظاہر پر دک و فلک ضرور ہے۔

لیکن خاتم الانبیاء علیہ علیہم الصلوٰۃ والسلام اس داغ سے پاک ہیں۔ آپ کو دنیا میں رویت میسر ہوئی اور سرسرواپنی جگہ سے نہ ہلے۔ اور آپ کے کامل تابدادروں کو جو اس مقام سے حصر رکھتے ہیں وہ رویت ظلال میں سے کسی نکل کے پردہ کے بغیر نہ ہوگی، صاحب تجلی سمجھے یا نہ سمجھے جب کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اس حال کے مشاہدے سے بغیر اس بات کے کہ تجلی ہو، سیوش ہو گئے تو پھر اوروں کا کیا حال ہے؟

دوسرے یہ ہے کہ جانتا چاہیے کہ بعض مخلصوں کو اجازت دینے سے مقصود یہ تھا کہ اس وجہ سے لوگوں کو گمراہی کے بجنور سے حق تعالیٰ کے راستہ کی طرف رجحانی کریں۔ اور آپ بھی ان طلبوں کے ساتھ دل کو مشغول رہیں اور ترقیات حاصل کریں۔ اور اس سررشتہ کو نگاہ رکھ کر کوشش کریں کہ ان کی اپنی بقیہ بری عیسیٰ دور ہو جائیں اور مرید و مسترشد بھی اس دولت سے مشرف ہو جائیں۔ نہ یہ کہ اجازت کمال و تکمیل کے وہم میں ڈال دیے اور مقصود سے ہٹا رکھے۔

وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ قاصد کا کام حکم پہنچانا ہے۔ والسلام

مکتوب نمبر ۲۱۸

پیر طریقت کے آداب کو مد نظر رکھنے کے بیان میں مُلّا داؤد کی طرف لکھا ہے۔

میرے عزیز بھائی! مولانا داؤد کا مکتوب شریف پہنچ کر خوشی کا موجب ہوا۔ حق تعالیٰ اپنے نبی اور ان کی آل پاک علیہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت آپ کے ظاہر و باطن کو اپنی مرضیات سے آراستہ فرماتا رہے۔

ہامنی سبق کے تکرار کرنے اور خواجگان قدس سرہم کے طریقہ پر استقامت کرنے میں ایسا نہ ہو کہ پرانے

توجہوں سے متور پڑ جائے۔ اور اگر بالفرض کچھ خللت و کمزورت طاری ہو جائے۔ تو اس کا علاج یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں التجا اور نزاری اور نیاز و شکستگی بجالائیں اور اپنے مرنے کی معنی پیر کی طرف ہو اس دولت کے حاصل ہونے کا وسیلہ ہے۔ پرور سے طور پر متوجہ ہوں اور حضور و غیبت میں اس بڑی دولت کے وسیلوں معنی پیر کے آداب کو اچھی طرح مد نظر رکھیں اور ان بزرگواروں کی رضا کو حق تعالیٰ کی رضا سمجھیں اور اس کا وسیلہ بنائیں۔ نجات و خلاصی کا طریقہ یہی ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر ۲۱۹

میرزا آیت اللہ کی طرف صادر منسربایا۔

اس بیان میں کہ آدمی اپنی نادانی سے اپنی ظاہری مرض کے دور کرنے کی فکر میں لگا ہے اور باطنی مرض

سے بھول کر گرفتاری سے مراد ہے فاعل پڑا ہے۔ اور اس کے مناسب بیان میں۔

عَصَمَكُمُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ عَمَّا يَصْهَكُمُ وَ
صَانَكُمُ عَمَّا شَاءَ لَكُمْ عُدْمَةً سَيِّدِ
الْآزَلِينَ وَالْآخِرِينَ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ
اجْمَعِينَ مِنَ الصَّلَاةِ أَتَمَّهَا وَمِنْ
التَّسْلِيمَاتِ أَكْمَلَهَا۔

اے سموات و مشرق کے نشان والے! آدمی کو جب کوئی ظاہری مرض لگ جاتا ہے اور اس کے کسی عضو کو آفت پہنچتی ہے، تو بہت کوششیں اور بہانے کرتا ہے تاکہ وہ مرض دفع ہو جائے، اور وہ آفت دور ہو جائے۔ لیکن۔ حق قلبی نے جو اسوائے حق کی گرفتاری سے مراد ہے، اس پر اس طرح غلبہ پایا ہوا ہے جو نزدیک ہے کہ اس کو ہمیشہ کی موت تک پہنچا دے، اور ہمیشہ کے عذاب میں اس کو گرفتار کر دے۔ اس کے دور کرنے کا فکر نہیں کرتا، اور اس کے دفع کرنے میں کوشش نہیں کرتا۔ اور اگر اس گرفتاری کو مرض نہیں جانتا تو پرلے درجے کا احمق ہے۔ اور اگر جانتا ہے اور پھر فکر نہیں کرتا تو بڑا ہی بلید ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اس مرض کے سمجھنے کے لیے عقل معاد و درکار ہے کیونکہ عقل معاش اپنی کوتاہ اندیشی سے ظاہر بینی پر لگی ہوئی ہے۔ اور عقل معاش جس طرح باطنی امراض کو فانی عیش و عشرت کے باعث مرض خیال نہیں کرتی۔ اسی طرح عقل معاد بھی ظاہری امراض کو عاقبت کے ثوابوں کی وجہ سے مرض نہیں جانتی عقل معاش

کی نظر کوتاہ ہے اور عقل معاد کی نظر تیز۔

عقل معاد انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نصیب ہے اور عقل معاش دولت مندوں اور دنیا داروں کا حصہ ہے۔ اور ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ اور وہ اسباب جو عقل معاد کو براہِ کفایت کرنے والے ہیں، موت کا ذکر، آخرت کے احوال کا یاد کرنا اور ان لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا ہے جو دارِ آخرت کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں۔

وادیہم تراز گنج مقصود نشانے ما اگر نہ رسیدیم تو شاید برسی
ہم نے تجھے گنج مقصود کا نشان بتا دیا ہے۔ اگر ہم اس تک نہیں پہنچ سکے تو شاید تو پہنچ جائے
جانتا چاہیے کہ جس طرح ظاہری مرض احکام شرعیہ کے مشکل ادا ہونے کا باعث ہے، باطنی مرض بھی اسی
دشواری کو مستلزم ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے:
كَذَّبَ عَلَى الْعَشِيرِ كَيْفَ مَا تَدْعُوهُمْ
مشرکوں پر وہ بات جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے بہت
بھاری ہے۔
إِنِّي لَشَدِيدٌ۔

اور فرماتا ہے:

وَأَنذَرْتُكَ الْكِبْرِيَاءَ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ۔ بے شک نماز بھاری ہے مگر خاشعین پر۔
ظاہری مرض میں قربی اور اعضا کی کمزوری اس دشواری کو مستلزم۔ اور مرض باطنی میں یقین کا ضعف اور
ایمان کی کمی اس دشواری کا موجب ہے۔ ورنہ تکالیف شرعی میں سراسر آسانی اور سہولت ہے۔ آیت کریمہ:
يُزِيدُ اللَّهُ يَكْفُهُ الْإِسْمَ وَلَا يُزِيدُ يَكْفُهُمْ الْعَمَلُ
اللہ تمہارے ساتھ آسانی پہنچاتا ہے اور تنگی میں پہنچاتا
اور آیت کریمہ:

يُزِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِيَ الْإِنْسَانُ
صَعِيغًا۔
اللہ تم سے تخفیف کرنا چاہتا ہے اور انسان ضعیف
پیدا کیا گیا ہے۔

دورن اس مطلب پر گواہ ہیں۔ ج

خوشید نہ مجرم ار کسے مینا نیست

سرج کا پگڑا نہیں اگر کوئی خود ہی تائینا ہے

پس اس مرض کے دور کرنے کا فکر ضروری ہے اور حافظِ طہیروں کی طرف التماس کرنا فرض عین ہے۔
مَا صَحَّى الرَّسُولُ إِلَّا الْبَلَاءُ۔
قاصدوں کا کام مکمل پہنچا دینا ہے۔

والسلام

مکتوب نمبر ۲۲

صوفیوں کی بعض غلطیوں اور ان غلطیوں کے منشا کے بیان میں شیخ حمید دہلوی کی طرف
صادر فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ وَالصَّلٰوۃُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ۔ وَ عَلٰی
اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاٰلِہٖمُ اٰجَمِیْنَ۔
تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔ اور
حضرت سید المرسلین اور ان کی سب آلی و اصحاب
پر صلوة و سلام ہو۔

اس طرف کے فقر کے احوال و اوضاع دن بدن شکر کی زیادتی کا موجب ہیں۔ اور دور افتادہ دوستوں
کے بارے میں بھی یہی امید رکھتا ہے۔

اے عزیز! اس غیب الغیب یعنی اندھا دھند رستہ میں سالکوں کے قدم بہت پھسلتے ہیں۔ آپ مقتدا
اور عملیات میں شریعت کو مد نظر رکھ کر زندگی بسر کریں۔ حضور و نصیبت میں فقیر کی یہی نصیحت ہے۔ اس میں
غفلت نہ ہونے پائے۔

فقیر اس راستہ کی بعض غلطیوں کو لکھتا ہے اور اس غلطی کا منشا بھی لکھتا ہے۔ امید ہے کہ اعتبار کی نظر سے
ملاحظہ فرمائیں گے اور ان مذکورہ جزئیات کے ماسوا ان کے اندازہ کے موافق کام کریں گے۔

جان لیں کہ صوفیہ کی بعض غلطی یہ ہے کہ کبھی سالک مقامات عروج میں اپنے آپ کو دوسروں سے بلند پاتا
ہے جن کی افضلیت علماء کے اجماع سے ثابت ہوئی ہے۔ حالانکہ یقیناً اس سالک کا مقام ان بزرگواروں کے
مقامات سے نیچے ہے۔ بلکہ یہ اشتباہ کبھی کبھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت بھی جو قطعی طور پر برترین غلام
ہیں واقع ہو جاتا ہے۔ حَیَّا ذٰلِیْہِمْ ذٰلِکَ۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔

اس باب میں بعض کی غلطی کا منشا یہ ہے کہ انبیاء و اولیاء میں سے ہر ایک کا عروج پہلے ان اسماء تک ہے
جو ان کے وجودی تعینات کے مبدع ہیں۔ اور اس عروج سے ولایت کا اسم متحقق ہوتا ہے۔ دوسرے عروج ان اسماء
میں اور ان اسماء سے الی ماشاء اللہ لیکن باوجود اس عروج کے ان میں سے ہر ایک کا مقام و منزل وہی اسم ہے
جو اس کے وجودی تعین کا مبدع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مقامات عروج میں جو کوئی ان کو ڈھونڈتا ہے۔ اکثر غلطی
میں پاتا ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں کے طبعی مکان مراتب عروج میں وہی اسماء ہیں۔ اور ان اسماء سے عروج و
ہبوط کا ناعوارض کے سبب سے ہے۔ پس جب بلند فطرت سالک کا سیران اسماء سے بلند تر واقع ہوا تو ضرور

ان اسماء سے بھی بالاتر جائے گا۔ اور اس کو یہ وہم پیدا ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے بچائے کہ یہ وہم اس سے پہلے یقین کو دور کر دے، اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے افضل ہونے اور اولیاء کے اولی ہونے میں جو جامع کے ساتھ افضل ہیں اشتباہ پیدا کرے۔ یہ مقام سالکوں کے قدم پھسلنے کا مقام ہے۔ اس وقت سالک نہیں جانتا کہ ان بزرگواروں نے ان اسماء سے بے نہایت عروج فرمائے ہیں اور فوق العوق میں پہنچے ہوئے ہیں۔ اور نیز جانتا چاہیے کہ وہ اسماء ان کے عروج کے طبعی مکان ہیں۔ اور اس کا بھی اس جگہ طبعی مکان ہے جو ان اسماء سے بہت نیچے اور پست ہے۔ کیونکہ ہر شخص کا افضل ہونا اس کے اقدام ہونے کے اعتبار سے ہے جو اس کے یقین کا مبدع ہوا ہے۔

اسی قسم سے ہے یہ بات جو بعض مشائخ نے کہی ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عارف کو مقامات عروج میں برزخیت کبریٰ حائل نہیں ہوتی، اور اس کے وسیلہ کے بغیر ترقی کرتا ہے۔

ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ رابعہ بھی اسی جماعت سے ہے۔ یہ لوگ چونکہ عروج کے وقت اس اسم سے جو برزخیت کبریٰ کے یقین کا مبدع ہے اوپر گزرے ہیں اس لیے ان کو وہم ہوا ہے کہ برزخیت کبریٰ درمیان میں حائل نہیں رہی۔ اور برزخیت کبریٰ سے ان کی مراد حضرت رسالت خاتمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت ہے۔ اور اصل معاملہ وہی ہے جو اوپر گزرا۔

اور بعض دوسروں کی اس غلطی کا منشا یہ ہے کہ جب سالک کا سیر اس اسم میں واقع ہوتا ہے جو اس کے یقین کا مبدع ہے۔ اور وہ اسم محل طور پر تمام اسماء کا جامع ہے۔ کیونکہ انسان کی جامعیت اسی قسم کی جامعیت کے باعث ہے۔ پس ناچار اس ضمن میں وہ اسماء بھی جو دوسرے مشائخ کے تعینات کے مبدع ہیں محل طور پر اس سیر میں قطع کرے گا، اور ہر ایک سے گزر کر اس اسم کے متناہک پہنچ جائے گا، اور اپنی فوقیت کا وہم پیدا کرے گا۔ اور نہیں جانتا کہ مقامات مشائخ سے جو کچھ اس نے دیکھا ہے اور ان سے گزر گیا ہے، ان کے مقامات کا نمونہ ہے، نہ کہ ان مقامات کی حقیقت۔ اور جب اس مقام میں اپنے آپ کو جامع معلوم کرتا ہے اور دوسروں کو اپنے اجزا خیال کرتا ہے تو اپنے اولی ہونے کا وہم پیدا کرتا ہے۔ اسی مقام میں شیخ بسطام قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ:

لَوْ أَنَّي أَرَقَمُ مِنْ لَوَاءِ حَقِّقِي

میرا جھنڈا محمد کے جھنڈے سے زیادہ بلند ہے۔

غلبہ سکر کے باعث نہیں جانتا کہ اس کے جھنڈے کی بلندی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے سے نہیں ہے بلکہ ان کے جھنڈے کے نمونہ سے ہے، جو ان کے اسم کی حقیقت کے ضمن میں مشہور ہوا ہے۔ اور اسی قسم سے ہے وہ بات جو انہوں نے اپنے قلب کی وسعت کے بارہ میں کہی ہے کہ اگر عرش اور باقیہ کو عارف کے قلب کے گوشہ میں

رکھ دیں تو محسوس نہ ہو۔ یہاں بھی نمونہ کا حقیقت سے اشتباہ ہے۔ ورنہ عرش کے مقابلہ میں جس کو حق تعالیٰ عظیم فرماتا ہے۔ عارف کے قلب کا کیا اعتبار اور مقدار ہے۔ وہ نمونہ جو عرش میں ہے اس کا ستواں حصہ بھی قلب میں نہیں ہے۔ اگرچہ عارف کا قلب ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ رویتِ اخروی عرش کے ظہور پر موقوف ہوگی یہ بات اگرچہ آج بعض صوفیہ کو ناگوار گزرے گی۔ لیکن آخر کار ایک دن ان کی سمجھ میں آجائے گی۔

اس بات کو ہم ایک مثال سے روشن کرتے ہیں کہ انسان چونکہ عناصر و افلاک کا جامع ہے۔ جب اس کی نظر اپنی جامعیت پر پڑتی ہے تو عناصر و افلاک کو اپنے اجزا دیکھتا ہے۔ اور جب یہ دید غالب آجائے تو کچھ دور نہیں کہ اگر وہ یہ بات کہہ دے کہ میں کرہ زمین سے بڑا ہوں، اور آسمان سے فراخ تر ہوں۔ اس وقت حائل لوگ سمجھتے ہیں کہ اس کی عظمت و بڑائی اس کے اپنے اجزا سے ہے۔ اور کرہ زمین اور آسمان حقیقت میں اس کے اجزا نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے ان اجزا کا نمونہ بنے ہوئے ہیں۔ اور اس کی بزرگی ان نمونوں سے ہے جو اس کے اجزا ہیں۔ نہ کہ کرہ ارضی و سماوی کی حقیقت سے۔ اور اسی وجہ سے کہ کسی شے کا نمونہ اس کی حقیقت کے متشابہ ہوتا ہے۔ فتوحاتِ مکہ والے نے کہا ہے کہ جمع محمدی جمع النبی سے اجمع ہے۔ کیونکہ جمع محمدی کوئی اور انہی حقائق پر مشتمل ہے پس اجمع ہوگی۔ اور نہیں جانتا کہ یہ اشتمال مرتبہ الوہیت کے ظلال میں سے ایک نخل سے ہے۔ اور اس کے نمونوں میں سے ایک نمونہ پر ہے۔ نہ کہ وہ اشتمال اس مرتبہ مقدار کی حقیقت پر۔ بلکہ اس مرتبہ کے پہلو میں کہ عظمت و کبر پائی اس کے لوازم سے ہے۔ جمع محمدی کا کچھ مقدار نہیں ہے۔ مَا لِلتَّوَّابِ وَدَّ بَآبِ

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اور نیز اس مقام میں جب کہ سالک کی میر اس نام میں جو اس کا رب ہے واقع ہوتی ہے تو با اوقات یہ خیال کرتا ہے کہ بعض بزرگوار جو یقیناً اس سے افضل ہیں اس کے وسیلہ سے بلند مقامات میں پہنچے ہیں اور اس کے وسیلہ سے ترقی کی ہے۔ یہاں بھی سالکوں کے پھسلنے کا مقام ہے۔ اندہ پناہ دے کہ اس کمال سے کوئی اپنے آپ کو افضل جانے اور ہمیشہ کا خسارہ حاصل کرے۔

اچھا، اگر بادشاہِ عظیم الشان کسی زمیندار کی مدد سے جو اس کی سلطنت میں داخل ہے جائے اور اس زمیندار کے وسیلہ سے بعض مقامات میں پہنچے۔ اور اس کے ذریعے سے بعض جگہوں کو فتح کرے تو اس میں کوئی تعجب کی بات ہے۔ اور اس میں کیا فضیلت ہے؟

حاصل کلام یہ کہ یہاں جزئی فضیلت کا احتمال ہے جو بحث سے خارج ہے۔ کیونکہ ہر ایک جہاں اور جلاہ اپنی کسی خاص وجہ کے باعث ہر عالم و دنون و زمین و آسمان پر فضیلت رکھتا ہے۔ لیکن یہ فضیلت اعتبار سے خارج ہے۔ اور وہ جزئیت ہے وہ فضیلت کلی ہے جو عالم و حکیم کے لیے ثابت ہے۔

اس درویش کو بھی اس قسم کے اشتباہ بہت واقع ہوئے تھے اور اس قسم کی خیالی باتیں بہت پیدا ہوئی تھیں اور مدتوں تک یہ حالت رہی۔ لیکن باوجود اس کے فضل خداوندی شامل حال رہا کہ پہلے دائمی یقین قریب پیدا نہ ہوا اور متعلق علیہ اعتقاد میں فتور واقع نہ ہوا:

وَعَلَىٰ جَمِيعٍ مُّعْتَدِلَةٍ
اِس نعمت پر اور تمام خستوں پر اللہ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔

اور جو کچھ جمع علیہ کے خلاف ظاہر ہوتا تھا اس کا کچھ اعتبار نہ کرتا تھا اور اس کو نیک توجیہ کی طرف پھیرتا تھا۔ اور محمل طور پر اپنا جانتا تھا کہ اس کشف کے صحیح ہونے پر بھی یہ زیادتی جزئی فضیلت پر ہوگی۔ اگرچہ یہ دوسرے بھی پیش آتا تھا کہ فضیلت کا مدار قرب الہی پر ہے۔ اور یہ زیادتی اسی قرب میں ہے۔ پھر جزئی کیوں ہوگی؟ لیکن پہلے یقین کے مقابلہ میں یہ دوسرے گرد کی طرح اڑ جاتا تھا اور کچھ اعتبار نہ رکھتا تھا، بلکہ توبہ واستغفار و انابت سے التجا کرتا تھا اور عاجزی اور زاری سے دعا کرتا تھا کہ اس قسم کے کشف ظاہر نہ ہوں۔ اور اہل سنت و جماعت کے معتقدات کے خلاف سر نہ منکشف نہ ہو۔

ایک دن یہ خوف غالب ہوا کہ مبادا ان کشفوں پر مواخذہ کریں اور ان وہمی باتوں کی نسبت پوچھیں۔ اس خوف کے غلبہ نے بڑے بے قرار اور بے آرام کیا۔ اور بارگاہ الہی میں بڑی التجا اور زاری کا باعث ہوا۔ یہ حالت بہت مدت تک رہی۔ اتفاقاً اسی حالت میں ایک بزرگ کے مزار پر گزرتا ہوا اور اس معاملہ میں اس عزیز کو اپنا مددگار بنایا۔ اسی ثنائیں خداوند تعالیٰ کی عنایت شامل ہوئی اور معاملہ کی حقیقت کا حلقہ ظاہر کر دی گئی اور حضرت رسالت خاتیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو رحمت عالمیاں ہیں ان کی روح مبارک نے حضور فرمایا اور غناک دل کی تسلی کی۔ اور معلوم ہوا کہ بیشک قرب الہی ہی فضل کلی کا موجب ہے۔ لیکن یہ قرب جو تجھے حاصل ہوا ہے اور بیت کے ان مراتب کے ظلال میں سے ایک خلل کا قرب ہے، جو اس اسم سے مخصوص ہیں جو تیرا رب ہے پس فضل کلی کا موجب نہ ہوگا۔ اور اس مقام کی مثالی صورت کو اس طرح پر منکشف کیا کہ کوئی شک و شبہ نہ رہا، اور اس اشتباہ کا مکمل بالکل دور ہو گیا۔ اور بعض وہ علوم جو اشتباہ کا مکمل رکھتے ہیں اور ان میں تاویل و توجیہ کی گنجائش ہے۔ اور اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھی تھی، زیادہ منکشف ہوئی۔

اس فقیر نے چاہا کہ ان علوم کے اغلاط کا منشا جو بعض فضل خداوندی جل شانہ سے ظاہر ہوا ہے لکھے اور شائع کر دے۔ کیونکہ گناہ مشترک کے عیے توبہ کا اشتہار ضروری ہے تاکہ لوگ ان علوم سے خلاف شریعت نہ سمجھ لیں۔ اور تقلید کر کے گمراہی میں نہ پڑ جائیں یا تکلف و تعصب سے گمراہی و جہالت نہ اختیار کریں کیونکہ اس علم استنات از صاحب مزار۔

اندھا دھندلہ سستہ میں اس قسم کی عجیب باتیں بہت ظاہر ہوتی ہیں جو بعض کو ہدایت کی طرف لے جاتی ہیں اور بعض کو گمراہی میں ڈال دیتی ہیں۔

اس فقیر نے اپنے والد بزرگوار قدس سرہ سے سنا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بہتر گروہوں میں سے الشربو گمراہ ہیں اور سیدھے راستہ سے بھٹک گئے ہیں، ان کا باعث طریق صوفیہ میں داخل ہونا ہے کہ انہوں نے کام کو انجام تک نہ پہنچا کر غلط راہ اختیار کیا اور گمراہ ہو گئے۔

والسلام

————— ﴿﴾ —————

اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد و نصرت سے ذقراول حصہ سوم کا ترجمہ ختم ہوا۔ مولیٰ کریم اسے قبول عام کا شرف بخشے، اور ترجمہ کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و نور عرشہ محمد و آلہ و اصحابہ وسلم

خاکسار

محمد سعید احمد

حفی عنہ